اصول عقائد

افادات

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
متکلم اسلام

مرکز اھل السنۃ والجماعۃ سرگودھا پاکستان

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ○﴾

ترجمہ: زمانے کی قسم بے شک وہی انسان کامیاب ہے جس کا عقیدہ درست ہو، عمل سنت کے مطابق ہو، صحیح عقیدہ اور سنت عمل کی تبلیغ واشاعت بھی کرتا ہو اور اگر اس تبلیغ واشاعت پر مصائب وپریشانیاں آئیں تو ان پر صبر بھی کرتا ہو۔

شریعت کے اجزاء:

اگر شریعت کے اجزاء کی تفصیلی تقسیم بیان کی جائے تو شریعت کے اجزاء پانچ ہیں؛

1: اعتقادات

2: عبادات

3: اخلاقیات

4: معاشرات

5: معاملات

اگر درمیانی تقسیم کی جائے تو اجزاء تین ہیں:

1: اعتقادات

2: عبادات

3: اخلاقیات۔

اور اگر بالکل اختصار کیا جائے تو شریعت کے بنیادی جزء دو بنتے ہیں:

1: عقائد۔

2: اعمال۔

عقیدہ کا لغوی معنیٰ:

1: ماعُقِدَعلیه القلبُ والضمیرُ۔

المنجد مادہ ع ق د

ترجمہ: انسان اپنے دل وضمیر کو جس کا پابند بنائے اسے عقیدہ کہتے ہیں۔

2: ماتَدَیَّنَ بِه الانسانُ واعتقده

المنجد مادہ ع ق د

ترجمہ: جس کو انسان اپنا دین بنائے اور اس کا اعتقاد رکھے اسے عقیدہ کہتے ہیں۔

عقیدہ کا اصطلاحی معنیٰ:

هی الأمُورُ التی یجبُ أن یُصَدِّقَ بها القلبُ، وتطمئنَّ إلیها النفسُ حتی تکونَ یقیناً ثابتاً لاَ یُمازِجُها رَیب، ولا یُخالطُها شك

الوجیز فی عقیدۃ السلف الصالح لعبد اللہ بن عبد الحمید الأثری ص 13

ترجمہ: عقیدہ ان چیزوں کا نام ہے جن کی دل سے تصدیق واطمینان ضروری ہے اور ان کے بارے میں ایسے یقین کا حصول ضروری ہے جس میں شک وشبہ کی آمیزش نہ ہو۔

عمل:

عمل سے مراد عبادات ہیں۔

عبادت کا لغوی معنیٰ:

محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی رحمہ اللہ ت660ھ لکھتے ہیں:
العِبَادَةُ الطاعة

مختار الصحاح باب العین

ترجمہ: عبادت کا معنی اطاعت کرنا ہے۔

عبادت کا اصطلاحی معنیٰ:

امام علي بن محمد بن علی المعروف میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ ت816ھ لکھتے ہیں:
فِعْلُ الْمُكَلَّفِ عَلىٰ خِلَافِ هَوىٰ نَفْسِه تَعْظِيْماً لِرَبِّه

کتاب التعریفات باب العین

ترجمہ: عبادت کا معنی ہے مکلف آدمی کا اپنی رب کی تعظیم کی وجہ سے خواہشات کی مخالفت کرنا۔

عقیدہ اور عمل میں فرق:

فرق نمبر ا: عقیدہ اصل ہے اور عمل فرع ہے، جو فرق اصل اور فرع میں ہے وہی فرق عقیدہ اور عمل میں ہے۔

توضیح:

عقیدہ کی مثال عدد کی ہے جو اصل ہے اور عمل کی مثال صفر کی ہے جو کہ فرع ہے۔ اور عدد اور صفر میں چند فرق ہیں۔

ا: عدد صفر کے بغیر ایک بھی ہو تو قیمت ہے اور صفریں عدد کے بغیر ہوں تو قیمت کچھ بھی نہیں۔ عقیدہ عمل کے بغیر بھی قیمتی ہے اور عمل بغیر عقیدہ کے بے قیمت ہے۔

۲: ایک عدد کے ساتھ ایک صفر لگاؤ تو10، دو صفریں لگاؤ تو100 بنتے ہیں۔ صفر کے آنے سے عدد کی قیمت بڑھ گئی۔ ایک صفر کے ساتھ ایک عدد لگاؤ تو دس، دو صفروں کے ساتھ ایک عدد لگاؤ تو سو بنتا ہے۔ عدد کے آنے سے صفر کی قیمت بن گئی۔ تو عقیدہ آنے سے عمل کی قیمت بنتی ہے اور عمل آنے سے عقیدہ کی قیمت بڑھتی ہے۔

۳: صفر کو دائیں کی بجائے عدد کے بائیں جانب لگائیں تو قیمت نہیں بڑھتی، اسی طرح عمل کی قیمت بھی اس وقت ہوتی ہے جب اپنے مقام پر ہو، اگر مقام بدل جائے تو عمل بے قیمت ہو جاتا ہے۔

مثال: دعاء اگر نماز جنازہ کے فوراً بعد مانگیں تو بے قیمت یعنی غیر مقبول ہے اور اگر دفن کے بعد قبر پر مانگیں تو قیمتی یعنی مقبول ہے، کیونکہ اپنے مقام پر ہے۔

۴: صفر دائیں جانب ایک ہو تو پھر بھی قیمت ہے اور اگر بائیں جانب بہت زیادہ ہوں تو کچھ فرق نہیں بلکہ جتنی صفریں بڑھتی جائیں گی اتنا نقصان ہوتا جائے گا وقت کا ضیاع ہے سیاہی کا ضیاع ہے کاغذ کا ضیاع ہے بالکل اسی طرح عمل اپنے مقام پر تھوڑا ہو تو بھی قیمتی یعنی مفید ہو گا اور اگر اپنے مقام پر نہ ہو تو جتنا بھی زیادہ ہو بے قیمت یعنی بے فائدہ، مفید ہونے کی بجائے مضر اور نقصان دہ ہو گا سنت تھوڑی بھی ہو تو مفید ہے بدعات جتنی زیادہ ہوں اتنا نقصان ہے۔

مثال: سورج نکلنے کے پندرہ منٹ بعد اگر آپ دو رکعت پڑھیں گے اشراق ہو گی سنت ہے بہت اجر ہے اور اگر سورج نکلنے کے فوراً بعد دس رکعت پڑھیں

گے اگر آپ اسے سنت سمجھ کر پڑھیں گے تو یہ بدعت بھی ہو گا اور گناہ بھی بہت زیادہ ہو گا۔

فرق نمبر ۲: عقیدہ کا محل "دل" اور اعمال کا محل "بدن" ہے، جو فرق دل اور بدن میں ہے وہی عقیدہ اور عمل میں ہے اور یہ دو فرق ہیں:

ا: جو چیز جتنی قیمتی ہو اس کے رکھنے کا محل بھی اتنا محفوظ ہوتا ہے اور جو اس سے نسبتاً کم ہو اس کے رکھنے کا محل بھی نسبتاً کم محفوظ ہوتا ہے۔

مثال: سبزی آلو، پیاز وغیرہ یہ قیمت میں کم ہیں تو باہر پڑے ہوتے ہیں۔ کپڑا، جو تا قیمت میں زیادہ ہے تو اندر ہوتا ہے۔ سونا، جواہرات اور زیادہ قیمتی ہوتا ہے تو اسے لاک میں رکھ کر باہر گارڈ کھڑا کیا جاتا ہے۔

عقیدہ چونکہ زیادہ قیمتی تھا اس کا محل دل کو بنایا، عمل نسبتاً کم قیمتی تھا اس کا محل اعضاء بدن کو بنایا۔

۲: اعضاءِ جسم میں سے بعض کٹ جائیں تو بندہ زندہ رہتا ہے اور قلب کے بعض اجزاء کٹ جائیں تو بندہ مر جاتا ہے، اسی طرح اگر کچھ اعمال چھوٹ جائیں تو بندہ مومن ہی رہتا ہے اگرچہ فاسق ہے، لیکن اگر ضروریات دین میں سے کوئی ایک عقیدہ چھوٹ جائے تو بندہ ایمان سے نکل کر کفر میں چلا جاتا ہے اور اگر ضروریات اھل السنت میں سے کوئی ایک عقیدہ بھی چھوٹ جائے تو بندہ اھل السنت والجماعت سے نکل کر اہل بدعت میں شامل ہو جاتا ہے۔

مثال: ایک بندہ سارے عقائد مانتا ہے لیکن توحید نہیں مانتا تو کافر ہے۔ ایک بندہ سارے عقائد کو مانتا ہے لیکن ختم نبوت کو نہیں مانتا تو کافر ہے۔ اور اگر ایک بندہ تمام عقائد مانتا ہے لیکن کسی عمل نماز وغیرہ کو چھوڑ دیتا ہے تو فاسق ہے۔

عقیدہ کی اہمیت:

اعتقاد اصل ہے، عمل فرع ہے۔ صحیح اعتقاد کے بغیر آخرت کے عذاب سے نجات ممکن نہیں جبکہ عملِ صالح کے بغیر نجات کی امید ہے، البتہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرما دیں اور چاہیں تو قانونِ عدل سے سزا دیں۔ عقیدہ ایک بھی خراب ہو تو اسلام کی ساری عمارت خراب ہو جاتی ہے۔

اِنَّ الْعَقَائِدَ کُلَّهَا اُسٌّ لِّلْاِسْلَامِ الْفَتٰی
اِنْ ضَاعَ اَمْرٌ وَّاحِدٌ مِّنْ بَیْنِهِنَّ فَقَدْ غَوٰی

ترجمہ: "تمام عقائد انسان کے اسلام کی بنیاد ہیں، اگر ان میں سے ایک چیز بھی ضائع ہو جائے تو انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔"

خِشْت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

ترجمہ: "اگر معمار پہلی اینٹ کو ٹیڑھا رکھے تو دیوار ثریا ستارے تک ٹیڑھی جاتی ہے۔"

معرفتِ عقیدہ کی اہمیت:

عقائد؛ دین کی بنیاد ہیں۔ انہی پر اسلام کی عمارت کا دارومدار ہے۔ اگر بنیاد موجود نہ ہو تو عمارت کا وجود ممکن نہیں۔ اسی طرح اگر عقائد موجود نہ ہوں تو اسلام کی عمارت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا عقائد کو اہمیت کے ساتھ سیکھنا ہر شخص پر لازم ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت150ھ فرماتے ہیں:

وَإِذَا أُشْكِلَ عَلَى الْإِنْسَانِ شَيْءٌ مِنْ دَقَائِقِ عِلْمِ التَّوْحِيْدِ فَإِنَّهُ يَنْبَغِيْ لَهُ أَنْ يَعْتَقِدَ فِي الْحَالِ مَا هُوَ الصَّوَابُ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى إِلٰى أَنْ يَجِدَ عَالِمًا فَيَسْأَلَهُ وَلَا يَسَعُهُ تَأْخِيْرُ الطَّلَبِ وَلَا يُعْذَرُ بِالْوَقْفِ فِيْهِ وَيُكَفَّرُ إِنْ وَقَفَ فِيْهِ.

الفقہ الاکبر مع شرحہ ص225،224

ترجمہ: انسان کو اگر علم توحید کے مسائل (جو ذات وصفات باری تعالیٰ سے متعلق ہیں) سمجھنے میں دشواری پیش آئے تو اسے چاہیے کہ فی الحال تو یہ عقیدہ رکھے کہ اس مسئلہ میں جو بات اللہ تعالیٰ کے ہاں درست ہے بس میرا ابھی وہی عقیدہ ہے تاوقتیکہ اسے کوئی عالم مل جائے تو اس سے صحیح عقیدہ معلوم کر لے۔ اس

کے لیے ان مسائل میں کسی قسم کی تاخیر کی گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص ان مسائل میں توقف اختیار کرے تو اس کا یہ عذر قابلِ قبول نہیں ہو گا بلکہ اس بارے میں توقف کرنے والے شخص پر فتویٰ کفر لگایا جائے گا۔

فائدہ: جس علم میں عقائد سے بحث ہو اسے "علم العقائد اور علم الکلام" کہتے ہیں، جس علم میں اعمال اور احکام سے بحث ہو اسے "علم الفقہ" کہتے ہیں۔

علم الکلام کی تعریف:

1: علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت 791ھ فرماتے ہیں:

هُوَ الْعِلْمُ بِالْعَقَائِدِ الدِّيْنِيَّةِ عَنِ الْأَدِلَّةِ الْيَقِيْنِيَّةِ

شرح المقاصد فی علم الکلام ص5

ترجمہ: علم الکلام وہ علم ہے جس دلائل یقینیہ کے ذریعہ اسلامی عقائد کا علم حاصل ہوتا ہے۔

2: مشہور مورخ وفقیہ ابو زید عبد الرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون المعروف ابن خلدون رحمہ اللہ ت 808ھ لکھتے ہیں:

هُوَ عِلْمٌ يَتَضَمَّنُ الْحُجَجَ عَنِ الْعَقَائِدِ الْإِيْمَانِيَّةِ بِالْأَدِلَّةِ الْعَقْلِيَّةِ وَالرَّدَّ عَلَى الْمُبْتَدِعَةِ الْمُنْحَرِفِيْنَ فِي الْاِعْتِقَادَاتِ عَنْ مَذَاهِبِ السَّلَفِ وَأَهْلِ السُّنَّةِ

تاریخ ابن خلدون ج1 ص458

ترجمہ: علم الکلام وہ علم ہے جس میں عقلی دلائل کے ذریعہ ایمانی عقائد کا دفاع کیا جاتا ہے اور اہل السنت، اسلاف کے عقیدہ سے انحراف کرنے والے اہل بدعت کا دلائل سے رد کیا جاتا ہے۔

فائدہ: عقائد دو قسم کے ہیں:

1: ضروریات دین۔ جس کی بنیاد پہ ایمان اور کفر کا فیصلہ ہوتا ہے۔ انہیں عقائد قطعیات بھی کہتے ہیں۔

2: ضروریات اھل السنت والجماعت۔ جس کی بنیاد پہ اھل السنت والجماعت اور اہل بدعت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ انہیں عقائد ظنیات بھی کہتے ہیں۔

پہلی تعریف فقط عقائد قطعیہ کو شامل ہے اور دوسری تعریف قطعیات اور ظنیات دونوں کو شامل ہے اس لئے دوسری تعریف راجح ہے۔

علم الکلام کا موضوع:

قاضی محمد اعلی تھانوی رحمہ اللہ ت 1191ھ لکھتے ہیں:

اَلْمَعْلُوْمُ مِنْ حَيْثُ يَتَعَلَّقُ بِهِ إِثْبَاتُ الْعَقَائِدِ الدِّيْنِيَّةِ

کشاف اصطلاحات الفنون ج1 ص23

ترجمہ: ایسی معلومات جن سے اسلامی عقائد کو ثابت کیا جاتا ہے۔

علم الکلام کی غرض وغایت:

مشہور متکلم عضد الدین عبد الرحمن بن احمد الایجی رحمہ اللہ ت 756ھ لکھتے ہیں:

هُوَ حِفْظُ قَوَاعِدِ الدِّيْنِ وَهِيَ عَقَائِدُهُ عَنْ أَنْ تُزَلْزِلَهَا شُبَهُ الْمُبْطِلِيْنَ

کتاب المواقف۔ المقصد الرابع مرتبتہ

ترجمہ: عقائد کے اصولوں کو محفوظ کر کے منکرین کے شبہات کو ختم کرنا۔

علم العقائد کو علم الکلام کہنے کی وجہ:

1: متقدمین متکلمین جب کسی عقیدے کو بیان فرماتے تو عنوان یوں قائم کرتے الکلام فی التوحید د الکلام فی النبوۃ وغیرہ۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں "لِاَنَّ عُنْوَانَ مَبَاحِثِهٖ كَانَ قَوْلُهُمْ اَلْكَلَامُ فِي كَذَا وَ كَذَا"

شرح العقائد النسفیہ ص33

ترجمہ: اس لیے کہ علم الکلام کی مباحث کا عنوان متکلمین کا یہ قول ہوتا تھا الکلام فی کذا و کذا۔

2: متکلم علم کلام کے ذریعے عقائد کو اچھی طرح بیان کر سکتا ہے اور بوقت ضرورت فریق مخالف کو لاجواب بھی کر سکتا ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں:

لِاَنَّهٗ يُوْرِثُ قُدْرَةً عَلَى الْكَلَامِ فِي تَحْقِيْقِ الشَّرْعِيَّاتِ وَاِلْزَامِ الْخُصُوْمِ كَالْمَنْطِقِ لِلْفَلَاسِفَةِ

شرح العقائد النسفیہ ص33

ترجمہ: اس لیے کہ علم الکلام اسلام عقائد کو ثابت کرنے نے اور مخالف کو خاموش کرانے میں گفتگو پر قدرت پیدا کرتا ہے ہے جس طرح فلسفی مسائل میں منطق۔

3: علم الکلام ان علوم میں سے ہے جس کے سیکھنے اور اور سکھانے کا اہم ترین ذریعہ کلام ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں:

لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَا يَجِبُ مِنَ الْعُلُوْمِ الَّتِي اِنَّمَا تُعَلَّمُ وَتُتَعَلَّمُ بِالْكَلَامِ فَاُطْلِقَ عَلَيْهِ هٰذَا الْاِسْمُ لِذٰلِكَ ثُمَّ خُصَّ بِهٖ وَلَمْ يُطْلَقْ عَلٰى غَيْرِهٖ تَمَيُّزًا

شرح العقائد النسفیہ ص34،33

ترجمہ: اس لیے کہ جو علوم کلام کے ذریعے سیکھے اور سکھائے جاتے ہیں علم الکلام ان میں سب سے مقدم ہے ہے لہذا اس اس علم الکلام کا اطلاق کیا گیا علم الکلام کا نام صرف عقائد کے ساتھ خاص کیا گیا دوسرے علوم پر پر یہ لفظ نہیں بولا جاتا تاکہ فرق باقی رہے۔

4: دیگر علوم کے لئے بحث مباحثہ ضروری نہیں۔ اور علم الکلام میں فریقین کا بحث مباحثہ ایک لازمی امر ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں:

لِاَنَّهٗ اِنَّمَا يَتَحَقَّقُ بِالْمُبَاحَثَةِ وَاِدَارَةِ الْكَلَامِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ وَغَيْرُهٗ قَدْ يَتَحَقَّقُ بِمُطَالَعَةِ الْكُتُبِ وَالتَّاَمُّلِ

شرح العقائد النسفیہ ص34

ترجمہ: اس لئے کہ یہ علم کلام اسلام بحث مباحثہ اور فریقین کے دلائل کے تبادلہ سے حاصل ہوتا ہے اور دیگر علوم کتب کا مطالعہ کرنے اور غور و فکر سے حاصل ہو جاتے ہیں۔

5: علوم میں سے علم الکلام اور علماء میں سے متکلمین کے دلائل اتنے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں گویا کہ علم الکلام ہی علم الکلام ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں:

لِاَنَّهٗ لِقُوَّةِ اَدِلَّتِهٖ صَارَ كَاَنَّهٗ هُوَ الْكَلَامُ دُوْنَ مَا عَدَاهُ مِنَ الْعُلُوْمِ كَمَا يُقَالُ لِلْاَقْوٰى مِنَ الْكَلَامَيْنِ هٰذَا هُوَ الْكَلَامُ

شرح العقائد النسفیہ ص34

ترجمہ: اس لیے کہ علم الکلام کے دلائل سب سے زیادہ مضبوط ہیں جس کی وجہ سے یہ ایسے ہو گیا جیسا کہ کلام صرف یہی ہے ہے نہ کہ اس کے علاوہ دیگر علوم تم جیسے دو بندوں کے کلام میں مضبوط کلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کلام تو یہی ہے۔

علم الکلام کی اہمیت:

اپنے ایمان اور عقائد کی اصلاح فرض عین ہے، ہر شخص کی ذمہ داری ہے اس لئے کہ اس کے بغیر آخرت میں نجات ناممکن ہے۔

ایمان وعقائد کی تفصیلات معلوم کرنا، عقائد حقہ پر دلائل اور عقائد پر ہونے والے شبہات کے جوابات دینا فرض کفایہ ہے۔ اور جس علم کے ذریعہ یہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں وہ علم "علم الکلام" ہے گویا کہ علم الکلام میں مہارت حاصل کرنا اسے سیکھنا اور سکھانا فرض کفایہ ہے۔

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد المعروف غزالی رحمہ اللہ ت505ھ لکھتے ہیں:

اَلْاِشْتِغَالُ بِهٰذَا الْعِلْمِ مِنْ فُرُوْضِ الْكِفَايَاتِ ... فَإِنْ قُلْتَ: فَلِمَ صَارَ مِنْ فُرُوْضِ الْكِفَايَاتِ وَقَدْ ذُكِرَتْ أَنَّ أَكْثَرَ الْفِرَقِ يَضُرُّهُمْ ذٰلِكَ وَلَا يَنْفَعُهُمْ؟ فَاعْلَمْ أَنَّهُ قَدْ سَبَقَ أَنَّ إِزَالَةَ الشُّكُوْكِ فِيْ أُصُوْلِ الْعَقَائِدِ وَاجِبَةٌ، وَاعْتِوَارُ الشَّكِّ غَيْرُ مُسْتَحِيْلٍ وَإِنْ كَانَ لَا يَقَعُ إِلَّا فِي الْأَقَلِّ، ثُمَّ الدَّعْوَةُ إِلَى الْحَقِّ بِالْبُرْهَانِ مُهِمَّةٌ فِي الدِّيْنِ، ثُمَّ لَا يُبْعَدُ أَنْ يَّثُوْرَ مُبْتَدِعٌ وَيَتَصَدّٰى لِإِغْوَاءِ أَهْلِ الْحَقِّ بِإِفَاضَةِ الشُّبْهَةِ فِيْهِمْ، فَلَا بُدَّ مِمَّنْ يُقَاوِمُ شُبْهَتَهُ بِالْكَشْفِ وَيُعَارِضُ إِغْوَاءَهُ بِالتَّقْبِيْحِ، وَلَا يُمْكِنُ ذٰلِكَ إِلَّا بِهٰذَا الْعِلْمِ۔ وَلَا تَنْفَكُّ الْبِلَادُ عَنْ أَمْثَالِ هٰذِهِ الْوَقَائِعِ، فَوَجَبَ أَنْ يَّكُوْنَ فِيْ كُلِّ قَطْرٍ مِنَ الْأَقْطَارِ وَصَقْعٍ مِنَ الْأَصْقَاعِ قَائِمٌ بِالْحَقِّ مُشْتَغِلٌ بِهٰذَا الْعِلْمِ يُقَاوِمُ دُعَاةَ الْمُبْتَدِعَةِ وَيَسْتَمِيْلُ الْمَائِلِيْنَ عَنِ الْحَقِّ وَيُصَفِّيْ قُلُوْبَ أَهْلِ السُّنَّةِ عَنْ عَوَارِضِ الشُّبْهَةِ۔

الاقتصاد فی الاعتقاد ص4 التمہید الثالث

ترجمہ: علم الکلام کا سیکھنا، سکھانا فرض کفایہ ہے۔ سوال: علم کلام کا سیکھنا کیوں فرض کفایہ ہے؟ حالانکہ عام لوگوں کو اس سے فائدہ کی بجائے نقصان پہنچتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عقائد میں شکوک وشبہات سے بچنا ضروری ہے اور کچھ نہ کچھ شک وشبہ پیش آنا ناممکن نہیں، اسی طرح دلائل کے ساتھ صحیح عقائد کی طرف دعوت دینا بھی ایک اہم دینی ذمہ داری ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی جگہ کوئی بدعتی اہل حق کے دلوں میں شبہات ڈالنے اور انہیں گمراہ کرنے کی نیت سے سرگرم ہو، لہٰذا ایسے افراد کی موجودگی ضروری ہے جو اہل بدعت کے شبہات کا دلائل سے جواب دیں اور دلائل کے ساتھ اس کی گمراہی لوگوں کے سامنے واضح کریں اور یہ کام علم کلام کے بغیر ممکن نہیں۔ اکثر شہروں میں اس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں {کہ گمراہ لوگ شکوک وشبہات کی وجہ سے عوام کو اہل حق سے دور اور بدظن کرتے ہیں}، لہٰذا ہر شہر، ہر جگہ ایسے افراد کی موجودگی ضروری ہے، جو خود حق پر قائم رہ کر علم کلام کو سیکھیں اور حق سے اعراض کرنے والے، اہلِ بدعت کا مقابلہ کر کے اُنہیں حق کی طرف توجہ دلائیں اور عوامِ اہل السنت کے دلوں کو شبہات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

علم الکلام کی فضیلت:

عبادات کی قبولیت عقائد کی درست ہونے پر موقوف ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَةِ هُوَ أَشْرَفُ الْعُلُوْمِ لِكَوْنِهٖ أَسَاسَ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَرَئِيْسَ الْعُلُوْمِ الدِّيْنِيَّةِ وَكَوْنِ مَعْلُوْمَاتِهِ الْعَقَائِدَ الْإِسْلَامِيَّةَ

شرح العقائد النسفیہ ص10

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے علم الکلام تمام علوم سے زیادہ عظمت والا ہے کیونکہ علم الکلام تمام احکام شرعیہ کی بنیاد اور علوم دینیہ {تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور تصوف وغیرہ} کا سردار ہے، علم الکلام کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں اسلامی عقائد کو بیان کیا جاتا ہے۔

سوال:

اگر علم الکلام اتنی فضیلت والا ہے تو اسلاف اس کو حاصل کرنے سے منع کیوں کرتے ہیں؟اور علم الکلام حاصل کرنے والے کو طعن و تشنیع کا نشانہ کیوں بناتے ہیں؟امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں"من تکلم تزندق"علم الکلام میں مشغول رہنے والا زندیق ہے۔

النبراس شرح شرح العقائد للعلامہ عبد العزیز فرہاروی رحمہ اللہ ص23

جواب:

اسلاف سے جو ایسی باتیں منقول ہیں وہ ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ مخصوص افراد کے بارے میں ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں:

وَمَا نُقِلَ عَنِ السَّلَفِ مِنَ الطَّعْنِ فِيْهِ وَ الْمَنْعِ عَنْهُ فَإِنَّمَا هُوَ لِلْمُتَعَصِّبِ فِي الدِّيْنِ وَالقَاصِرِ عَنْ تَحْصِيْلِ الْيَقِيْنِ وَ الْقَاصِدِ اِلى اِفْسَادِ عَقَائِدِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْخَائِضِ فِيمَا لَا يَفْتَقِرُ اِلَيْهِ مِنْ غَوَامِضِ الْمُتَفَلْسِفِيْنَ وَاِلَّا فَكَيْفَ يُتَصَوَّرُ الْمَنْعُ عَمَّا هُوَ اَصْلُ الْوَاجِبَاتِ وَاَسَاسِ الْمَشْرُوْعَاتِ

شرح العقائد النسفیۃ ص10

ترجمہ:علم الکلام کے بارے میں اسلاف سے طعن اور روکنا جو منقول ہے وہ اس شخص کے بارے ہے جو1:دین میں متعصب ہو۔2:یقین حاصل کرنے سے قاصر ہو۔3:مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔4:فلاسفہ کی ان باریکیوں میں مصروف ہونے والا ہو جن کی ضرورت نہیں ہے ورنہ اسلاف ایسے علم کے حصول سے کیسے منع کرسکتے ہیں جو تمام واجبات کی اصل اور تمام احکام شرعیہ کی بنیاد ہے۔

فائدہ:

یہ بالکل ایسے ہے جس طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے حماد کو مناظرہ کرنے سے منع کیا تھا اور خود مناظرے بھی کئے۔

امام ابو المؤید موفق بن احمد الخوارزمی المکی الحنفی(ت568ھ) نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ حمادُ بنُ أبي حنيفةَ : دَخَلَ عَلَيَّ أبي رحمه الله يَوْماً وعِنْدِيْ جماعة مِنْ أصحابِ الكلامِ ،وَنَحْنُ نَتَنَاظَرُ فِيْ بَاب، قَدْ عَلَتْ أَصْوَاتُنَا ،فَلَمَّا سَمِعْتُ حِسَّهُ فِي الدَّارِ خَرَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ لِيْ:يَا حَمَّاد مَنْ عِنْدَكَ؟ قُلْتُ:فُلَان وَفُلَان وفُلَان، سَمَّيْتُ مَنْ كَانَ عِنْدِيْ،قَالَ:وَفِيْمَ اَنْتُمْ؟قُلْتُ:فِيْ بَابِ كَذَا و كَذَا، فَقَالَ لِيْ:يَا حَمَّادُ دَعِ الْكَلَامَ ،قَالَ وَلَمْ أَعْهَدْ أَبِيْ صَاحِبُ تخليط ولا ممن يأمر بالشيء ثم ينهى عنه ، فقلنا له : يا أبت ألستَ كنتَ تأمرني به ؟قال : بلى يا بني وأنا اليوم أنهاك عنه ، قلت : ولِمَ ذاكَ ؟! فقال : يا بني إن هؤلاء الْمُخْتَلِفِيْنَ في ابواب من الكلام ممن ترىٰ كانوا على قول واحد ودين واحد حتى نزغ الشيطان بينهم فألقى بينهم العداوة والاختلاف فتباينوا.

(مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ واکرم:ج1ص207،208)

ترجمہ:حضرت حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے والد صاحب تشریف لائے اس وقت میرے پاس متکلمین کی ایک جماعت بیٹھی تھی اور ہم ایک مسئلہ میں مناظرہ کر رہے تھے ہماری آواز بلند ہوئی جب میں نے اپنے والد صاحب کی آہٹ کو سنا تو میں باہر نکلا،والد صاحب نے مجھے فرمایا آپ کے پاس کون بیٹھا ہے؟میں نے عرض کیا فلاں فلاں علماء۔والد صاحب نے پوچھا تم کس چیز کے بارے بات کر رہے تھے؟میں نے بتایا فلاں عقیدہ یا مسئلہ کے بارے میں۔والد صاحب نے فرمایا بیٹا حماد مناظرے چھوڑ دو۔امام حماد فرماتے ہیں میرے والد صاحب بات کو خلط ملط نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ایسا کرتے کہ ایک دن کسی کام کا حکم دیں اور دوسرے دن اسی سے منع کر دیں۔چنانچہ میں نے عرض کیا ابا جان آپ نے تو خود مجھے علم الکلام کے حصول کا حکم فرمایا تھا اب منع کیوں فرما رہے ہیں؟امام صاحب نے فرمایا بالکل حکم دیا تھا مگر آج روک رہا ہوں۔میں نے پوچھا ابا جان روکنے کی وجہ کیا ہے؟امام صاحب نے فرمایا بیٹا آج جو عقائد کے بارے میں تمہیں اختلاف نظر آرہا ہے ایک وقت تھا جب لوگ اس عقیدہ پر متفق تھے شیطان نے ان کو آپس میں لڑایا اور عقائد کے معاملہ مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

ائمہ علم الکلام:

مشہور ائمہ علم الکلام دو ہیں:

امام ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری الحنبلی رحمہ اللہ ت 324ھ:

آپ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، قبیلہ اشعر کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو اشعری کہتے ہیں، 260ہجری میں "بصرہ" میں پیدا ہوئے، بچپن میں والد کا انتقال ہو گیا' بعد میں ان کی والدہ کا نکاح مشہور معتزلی "محمد بن عبد الوھاب بن سلام المعروف ابو علی جُبّائی" (ت 303ھ) سے ہو گیا۔ آپ نے "فن مناظرہ اور علم الکلام" ابو علی جُبّائی کی تربیت میں رہ کر حاصل کیا لیکن نہایت سلیم الطبع اور سلیم الفطرت ہونے کی وجہ سے معتزلہ کی رکیک اور بعید از عقل تاویلات کی وجہ سے مسلک اھل السنت والجماعت کو قبول کیا اور تاحیات عقائد اھل السنت والجماعت کے اثبات اور معتزلہ کی تردید میں دلائل دیتے رہے۔

حتیٰ کہ معتزلہ کے نظریہ "اصلح للعباد اللہ پاک پر واجب ہے" پر ابو علی جبائی معتزلی سے مناظرہ کیا اور اسے شکست بھی دی۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ اَبُو الْحَسَنِ الْاَشْعَرِيُّ لِاُسْتَاذِهٖ اَبِي عَلِيِّ نِ الْجِبَائِيِّ مَا تَقُوْلُ فِيْ ثَلَاثَةِ اِخْوَةٍ مَاتَ اَحَدُهُمْ مُطِيْعًا وَالْاٰخَرُ عَاصِيًا وَالثَّالِثُ صَغِيْرًا فَقَالَ اِنَّ الْاَوَّلَ يُثَابُ فِي الْجَنَّةِ وَالثَّانِي يُعَاقَبُ بِالنَّارِ وَالثَّالِثُ لَا يُثَابُ وَلَا يُعَاقَبُ فَقَالَ الْاَشْعَرِيُّ فَاِنْ قَالَ الثَّالِثُ يَا رَبِّ لِمَ اَمَتَّنِيْ صَغِيْرًا وَمَا اَبْقَيْتَنِيْ اِلٰى اَنْ اَكْبُرَ فَاُؤْمِنُ بِكَ وَاُطِيْعُكَ فَاُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَمَاذَا يَقُوْلُ ةالرَّبُّ فَقَالَ يَقُوْلُ الرَّبُّ اِنِّيْ كُنْتُ اَعْلَمُ مِنْكَ اَنَّكَ لَوْ كَبُرْتَ لَعَصَيْتَ فَدَخَلْتَ النَّارَ فَكَانَ الْاَصْلَحُ لَكَ اَنْ تَمُوْتَ صَغِيْرًا فَقَالَ الْاَشْعَرِيُّ فَاِنْ قَالَ الثَّانِي يَا رَبِّ لِمَ لَمْ تُمِتْنِيْ صَغِيْرًا لِئَلَّا اَعْصِيَ لَكَ فَلَا اُدْخَلَ النَّارَ فَمَاذَا يَقُوْلُ الرَّبُّ فَبُهِتَ الْجِبَائِيُّ وَتَرَكَ مَذْهَبَهٗ وَاشْتَغَلَ هُوَ وَمَنْ تَبِعَهٗ بِاِبْطَالِ رَاْيِ الْمُعْتَزِلَةِ وَاِثْبَاتِ مَا وَرَدَ بِهِ السُّنَّةُ وَمَضٰى عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ فَسُمُّوْا اَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

شرح العقائد النسفیہ ص38،37،36

ترجمہ: امام ابو الحسن اشعری نے اپنے استاد ابو علی جبائی سے پوچھا ان تین بھائیوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جن میں سے ایک فرمانبر دار دوسرا نافرمان اور تیسرا بچپن کی حالت میں فوت ہو گیا۔ ابو علی جبائی نے کہا پہلے کو جنت میں ثواب دیا جائے گا دوسرے کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا اور تیسرے کو نہ ثواب دیا جائے گا نہ عذاب۔ امام ابو الحسن اشعری نے پوچھا اچھا اگر تیسرا یہ کہے اے میرے رب آپ نے مجھے بچپن میں وفات کیوں دی مجھے بڑی عمر تک باقی کیوں نہیں رکھا میں بڑا ہوتا ایمان لے آتا، آپ کی اطاعت کرتا اور جنت میں داخل ہوتا تو اللہ کیا جواب دیں گے؟ ابو علی نے کہا اللہ فرمائیں گے مجھے معلوم تھا اگر تو بڑا ہوتا تو نافرمانی کرتا اور جہنم میں چلا جاتا تیرے لئے یہی بہتر تھا کہ تو بچپن میں فوت ہو جائے۔ امام ابو الحسن اشعری نے کہا اگر ان میں سے دوسرا یہ کہے اے میرے رب آپ نے مجھے بچپن میں موت کیوں نہیں دی تاکہ میں آپ کی نافرمانی نہ کرتا اور جہنم میں نہ جاتا اللہ کیا جواب دیں گے؟ اس پر ابو علی جبائی خاموش ہو گیا جس پر امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ نے معتزلہ کا مذہب چھوڑ آپ اور آپ کے ماننے والے معتزلہ کے عقائد کی تردید میں مصروف ہو گئے اور جو کتاب و سنت سے عقائد ثابت ہیں اور جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا نظریہ تھا انہیں ثابت کرنے میں مشغول ہو گئے اور ان کا نام اہل سنت والجماعت رکھا گیا۔

امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ فروع میں امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ ت 241ھ کے مقلد تھے۔ تین سو (300) کے قریب کتب تصنیف فرمائیں جیسا کہ امام خیر الدین بن محمود بن محمد الزِّرِکْلِی ت 1396ھ نے ذکر کیا ہے۔

الاعلام ج5 ص69

چند مشہور کتب یہ ہیں:

الفُصول، المُوجِز، کتاب فی خَلْق الاعمال، کتاب فی الاستِطاعۃ، کتاب کبیر فی الصِّفات، کتاب فی جَوازِ رُؤیۃ اللّٰہ بالاَبْصار، کتاب فی الرد علی المجسِّمۃ، مقالات الاسلامیین و اختلاف المُصَلّین، کتاب فی الرویۃ، مختصر مَدخل الی الشرح والتفصیل وغیرہ۔ آپؒ نے 324ہجری میں انتقال فرمایا۔

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی الحنفی رحمہ اللہ ت 333ھ:

آپ رحمہ اللہ ماوراء النہر سمرقند کے ایک گاؤں "ماترید" میں پیدا ہوئے۔اس گاؤں کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو ماتریدی کہتے ہیں۔
معتزلہ کا شدت کے ساتھ رد کرنے کی وجہ سے ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ کے بعض وہ افکار جن کا دفاع کرنا ادلہ شرعیہ کی روشنی میں مشکل تھا، کی اصلاح فرمائی اور معتزلہ کی تردید اور اھل السنۃ والجماعۃ کے افکار کی تائید میں راہِ اعتدال اختیار فرمائی۔ فروع میں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت150ھ کے مقلد تھے۔ آپ نے متعدد کتب تصنیف فرمائیں، جن میں "تاویلات اھل السنۃ والجماعۃ" کتاب التوحید، کتاب ردّ اوائل الادلّۃ للکعبی، کتاب بیان وَھْم المعتزلۃ، کتاب المقالات، کتاب ردّ وعید الفُسّاق للکَعبی، کتاب ردّ تہذیب الجَدَل، کتاب ردّ الاصول الخَمسہ للباھِلی، کتاب ردّ الاِمامۃ لبعض الروافض، کتاب الردّ علی اصول القَرامطۃ، کتاب الجدل وغیرہ شامل ہیں۔ آپ محدث زمانہ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ت 321ھ کے ہم عصر تھے۔ 333ہجری میں وفات پائی۔

فائدہ نمبر 1: عقائد میں ائمہ اربعہ اور اشاعرہ اور ماتریدیہ کا اتفاق ہے کیونکہ عقائد کا جو اختلاف ہوتا ہے یا یہ اسلام سے نکالتا ہے یا سنت سے نکالتا ہے یعنی آدمی کافر فی العقیدہ ہوتا ہے یا مبتدع فی العقیدہ ہوتا ہے اور اور یہاں اختلاف کے باوجود ہم کسی کو کافر اور متدع نہیں کہتے کیونکہ جو اسلام سے کفر یا سنت سے بدعت کی طرف اختلاف لے جائے وہ اختلاف حقیقی ہوتا ہے اور یہاں اختلاف حقیقی نہیں ہے بلکہ نزاع لفظی ہے تو نزاع لفظی کا حکم اور ہوتا ہے اور نزاع حقیقی کا حکم اور ہوتا ہے۔

فائدہ نمبر2:

نزاع حقیقی:

نزاع میں حقائق و نظریات کا اختلاف ہوتا ہے جیسے اہل حق کا عقیدہ ہے کہ ثواب وعذاب قبر برحق ہے اس کے مقابلہ میں یہ عقیدہ رکھنا کہ قبر میں ثواب وعذاب نہیں ہوتا یہ نزاع حقیقی کہلاتا ہے۔

نزاع لفظی:

نزاع لفظی میں نظریہ میں اتفاق اور تعبیرات کا اختلاف ہوتا ہے۔ جیسے متکلمین کا موقف یہ ہے کہ دنیا میں احوال راحت وتکلیف اَصالۃً اور اَصلاً جسم پر آتے ہیں اور تبعاً اور ضمناً روح پر آتے ہیں۔ اور موت کے بعد احوال {ثواب وعذاب} اَصالۃً اور اَصلاً روح پر آتے ہیں اور تبعاً اور ضمناً جسم پر آتے ہیں۔ اور صوفیاء کا بھی یہی نظریہ ہے کہ احوال اَصالۃً روح پر آتے ہیں لیکن وہ اس روح کو جسد مثالی کا نام دیتے ہیں کیونکہ روح متشکل بجسد العنصری ہو جاتی ہے۔ اور اس بناء پر وہ یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں کہ ثواب وعذاب جسم مثالی کو دیا جاتا ہے۔
شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:
"جمہور اہل شرع جس کو روح کہتے وہ صوفیہ کے نزدیک بدن مثالی سے موسوم ہے جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے"

تفسیر عثمانی سورۃ بنی اسرائیل آیت 85

شبہ:

آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں یا امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کے؟ اگر آپ امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں تو پھر خود کو ماتریدی کیوں کہتے ہیں؟

جواب:

ہم اصول و فروع میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کے مقلد ہیں۔ لیکن وہاں اصول کا معنی عقائد نہیں ہے بلکہ اصول سے مراد وہ قوانین ہیں جن سے فروع کا استنباط ہوتا ہے اور فروع سے مراد مسائل ہیں۔

باقی امام ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی کی طرف نسبت کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دور میں فرقہ معتزلہ وغیرہ نے عقائد کی ایسی تشریحات کی تھیں جو اھل السنت والجماعت کے اعتقادات کے خلاف تھیں تو ان دو حضرات نے معتزلہ وغیرہ کا رد کر کے اھل السنت والجماعت کے عقائد کی صحیح ترجمانی کی۔ اس لیے ہم ان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اشعری اور ماتریدی نسبت معتزلہ کے مقابلہ میں ہے نہ کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقابلے میں۔

فائدہ: لفظ اصول کئی معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

کبھی لفظ اصول ان قواعد وکلیات کے لئے استعمال ہوتا ہے جن سے فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ اور مستنبط شدہ فقہی مسائل کو فروع کہتے ہیں۔

کبھی لفظ اصول عقائد کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کے مقابلہ میں فروع آتا ہے تو اس سے مراد اعمال ہوتے ہیں۔

اور کبھی اصول کا لفظ مطلقاً قواعد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد اس فن کے وہ قوانین وکلیات ہوتے ہیں جن پر اس فن کی بنیاد ہوتی ہے۔

فرقہ معتزلہ کی ابتداء:

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ (ت 110ھ) کی درس گاہ کے ایک شاگرد "ابو حذیفہ واصل بن عطاء غَزَّال" (ت 131ھ) نے جب یہ موقف اختیار کیا کہ مرتکب کبیرہ (کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا) ایمان سے نکل جاتا ہے، مگر کفر میں داخل نہیں ہوتا، تو امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: "قَدِ اعْتَزَلَ عَنَّا" (یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا) اس وجہ سے ان کا نام معتزلہ رکھا گیا اور یہ خود کو "اصحاب العدل والتوحید" کہتے تھے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ لکھتے ہیں:

لِاَنَّ رَئِيْسَهُمْ وَاصِلَ بْنَ عَطَاءٍ اِعْتَزَلَ عَنْ مَجْلِسِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَحِمَهُ اللهُ وَيُقَرِّرُ اَنَّ مَنِ ارْتَكَبَ الْكَبِيْرَةَ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ وَلَا كَافِرٍ وَيُثْبِتُ الْمَنْزِلَةَ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ فَقَالَ الْحَسَنُ قَدِ اعْتَزَلَ عَنَّا فَسُمُّوا الْمُعْتَزِلَةَ وَهُمْ سَمُّوْا اَنْفُسَهُمْ اَصْحَابَ الْعَدْلِ وَالتَّوْحِيْدِ

(شرح العقائد النسفیہ ص10،)

ترجمہ: معتزلہ کا سردار واصل بن عطاء حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس سے یہ نظریہ اختیار کرتے ہوئے الگ ہوا کہ جس بندے نے گناہ کبیرہ کیا وہ نہ مسلمان ہے اور نہ کافر واصل بن عطاء ایمان اور کفر کے درمیان تیسرے درجے کو ثابت کر رہا تھا تو حضرت حسن بصری نے فرمایا یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا اس لئے ان کا نام معتزلہ رکھا گیا، انہوں نے اپنا نام اصحاب العدل والتوحید رکھا۔

عقائد کی اقسام:

جو عقائد اھل السنۃ والجماعۃ کی کتب میں مذکور ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں۔

1: جو دلائل قطعیہ نقلیہ سے ثابت ہوں۔

فائدہ: دلیل قطعی ایسی دلیل کو کہتے ہیں جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کا معنی و مفہوم بھی قطعی اور یقینی ہو۔

ان کی تین قسمیں ہیں:

i- جن کا ثبوت قرآن کریم کی ظاہری عبارت سے ہو جیسے جنت، جہنم۔

ii- جن کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بنقل تواتر ہو، خواہ تواتر لفظی ہو جیسے ختم نبوت یا تواتر معنوی ہو جیسے ثواب وعذاب قبر۔

فائدہ: تواتر لفظی سے مراد حدیث پاک کے الفاظ متواتر ہوں اور تواتر معنوی سے مراد جس کے الفاظ مختلف ہوں لیکن سب کا معنی متواتر ہو۔

iii- جن کا ثبوت اجماع امت سے ہو جیسے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ۔

فائدہ: اجماع امت سے مراد امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجتہدین کا کسی زمانہ میں کسی بھی حکم شرعی پر اتفاق کرلینا ہے۔

2: جو دلائل عقلیہ سے ثابت ہوں، اگرچہ ان کی تائید دلائل نقلیہ سے بھی ہو، جیسے وجود باری تعالیٰ، ثبوت نبوت، آخرت، مسئلہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام۔ گویا دلیل عقلی یہاں مثبت ہوتی ہے اور دلیل نقلی اس کی موید ہوتی ہے۔

3: جو دلائل ظنیہ سے ثابت ہوں۔

فائدہ: دلیل ظنی ایسی دلیل جس کا ثبوت یقینی نہ ہو جیسے اخبار احاد یا اس کا مفہوم بالکل واضح نہ ہو جیسے وہ نصوص جس میں کئی معانی کا احتمال ہو۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

i- جن کا ثبوت اخبار آحاد سے ہو جیسے نبی کا مال بطور وراثت تقسیم نہ ہونا، جہاں نبی کی وفات ہو اسی جگہ دفن کرنا۔

فائدہ: خبر واحد سے مراد وہ حدیث ہے جسے نقل کرنے والے اتنے افراد نہ ہوں جن کے جھوٹ پہ متفق ہونے کو عقل سلیم محال سمجھے۔

ii- قرآن وحدیث سے بطریقِ استنباط ثابت ہوں جیسے قرآن کریم کا قدیم ہونا، فرشتوں پر انبیاء علیہم السلام کی فضیلت اور کراماتِ اولیاء کا برحق ہونا۔

فائدہ: استنباط قرآن وحدیث میں غور وفکر کرکے نئے پیش آنے والے مسائل کے حکم نکالنے کا نام ہے۔

فائدہ:

عقائد کی جو تقسیم قطعی اور ظنی کے اعتبار سے ہم نے کی یہی تقسیم مشہور متکلم علامہ عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ ت1239ھ نے بھی فرمائی ہے۔

اِنَّ الْمَسَائِلَ الْاِعْتِقَادِیَّۃ قِسْمَانِ اَحَدُھُمَا مَایَکُوْنُ الْمَطْلُوْبُ فِیْہِ الْیَقِیْنُ کَوَحْدَۃِ الْوَاجِبِ تَعَالٰی وَصِدْقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَثَانِیْھِمَا مَایَکْتَفِی فِیْھَا بِالظَّنِّ کَھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ وَالْاِکْتِفَاءِ بِالدَّلِیْلِ الظَّنِّیِّ اِنَّمَا لَایَجُوْزُ فِی الْاَوَّلِ بِخِلَافِ الثَّانِی

النبراس شرح شرح العقائد ص358

ترجمہ: اعتقادات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن میں شریعت کو یقین مطلوب ہے جیسے اللہ تعالی کی وحدانیت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا یقین ان کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے اور دوسری قسم وہ عقائد جن میں ظن بھی کافی ہے جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کی ملائکہ پر فضیلت کا عقیدہ اس کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی بھی کافی ہے۔

اسلاف والے عقیدہ کو ترجیح:

اگر اھل السنت والجماعت کا کوئی عقیدہ و نظریہ بظاہر قرآن کریم کی کسی آیت یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان سے ٹکرا جائے تو اس وقت دیکھا جائے کہ ان آیات واحادیث کے ہوتے ہوئے اسلاف کا عقیدہ کیا تھا۔ جو ان کا عقیدہ ہو اسی کو لیا جائے گا کیونکہ آیات واحادیث ان کے موافق ہوتی ہیں جو بظاہر اس کے خلاف نظر آ رہی ہوتی ہیں۔

مثال نمبر 1:

اللہ تعالیٰ بلا جسم، بلا مکان اور بلا جہت موجود ہے۔ اب یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (سورۃ الاعراف: 54) کے خلاف ہے، اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک عرش پر ہیں۔

لیکن اس کا معنی وہ نہیں جو بظاہر نظر آ رہا ہے بلکہ یہاں استواء علی العرش سے مراد اللہ تعالی کا عرش پر غالب ہونا ہے۔

امیر المومنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ ت 256ھ فرماتے ہیں:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ {اسْتَوَى} عَلَا عَلَى الْعَرْشِ (صحیح بخاری: کتاب التوحید، باب وکان عرشه علی الماء)۔

ترجمہ: حضرت مجاھد رحمہ اللہ فرماتے ہیں استواء علی العرش کا معنیٰ اللہ تعالی کا عرش پر غالب ہونا ہے۔

مثال نمبر 2:

انبیاء کرام علیھم السلام معصوم ہیں۔ یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾﴾ (سورۃ طٰہٰ: 121) کے خلاف ہے۔

لیکن یہاں عصی کا معنی نافرمانی نہیں بلکہ لغزش، بھول چوک مراد ہے۔

اَلْمَعْصِيَةُ مَصْدَرٌ وَقَدْ تُطْلَقُ عَلَى الزَّلَّةِ مَجَازًا۔

(ھدایۃ الساری الی دراسۃ البخاری للعلامۃ امداد الحق السلھتی البنغلادیشی: ج 1 ص 107)

تو "عَصٰی" کا معنی ہے کہ بغیر ارادہ نافرمانی کے وہ کام کیا جائے جو نہیں کرنا چاہیے۔ اور معصیت میں ارادہ نافرمانی کو دخل ہوتا ہے۔

مثال نمبر 3:

حضرات انبیاء کرام علیھم السلام اپنی قبور مبارکہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اب یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿ واعبد ربك حتى يأتيك اليقين ﴾ (سورۃ الحجر: آیت 99) کے خلاف ہے۔

لیکن حقیقت یہ کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں

1: عبادت تکلیفی؛ جس کے کرنے کا انسان کو حکم ہو اور جس کے کرنے پہ ثواب نہ کرنے پہ گناہ ہو جیسے پانچ وقت کی نماز، رمضان کے روزے اور صاحب نصاب پہ زکوۃ وحج وغیرہ

2: عبادت تلذذی؛ جس کے کرنے کا حکم نہ ہو انسان اس کا مکلف نہ ہو اور نہ ہی اس کرنے پہ ثواب اور ترک پہ گناہ ہو بلکہ وہ صرف لذت اور مزے کے لئے کی جائے۔

موت تک کی جانے والی عبادت عبادت تکلیفی ہوتی ہے جبکہ موت کے بعد کی جانے والی عبادت عبادت تلذذی ہوتی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی رحمہ اللہ ت 855ھ فرماتے ہیں:

فان قلت ما الداعی الی عبادتھم بعد الموت وموضع العبادۃ دار الدنیا قلت حببت الیھم العبادۃ فھم متعبدون بما یجدونہ من دواعی انفسھم لا بما یلزمون بہ

(عمدۃ القاری شرح بخاری باب التلبیہ اذا انحدر فی الوادی)

ترجمہ: اگر کوئی سوال کرے کہ انبیاء کرام علیہم السلام موت کے بعد عبادت کیسے کرتے ہیں جبکہ عبادت کی جگہ تو دنیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ عبادت کو انبیاء کی پسندیدہ چیز بنا دیا جاتا ہے تو موت کے بعد وہ قلبی لذت کے لئے عبادت کرتے ہیں نہ کہ مکلف ہونے کی وجہ سے۔

حکیم الامت مولنا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ یہ حدیث پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "یہ تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے"

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص 220 فصل نمبر 28

1. چنانچہ کسی آدمی نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو ایک خط لکھ کر عقیدہ تقدیر کے بارے سوال کیا اور قرآن کریم کی کچھ آیات سے تقدیر کے خلاف استدلال کیا جس کے جواب میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا جو آیات تمہیں تقدیر کے خلاف نظر آرہی ہیں یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں بھی قرآن کریم میں موجود تھیں ان آیات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پڑھا بھی ہے اور سمجھا بھی ہے اور انہوں نے عقیدہ تقدیر کا اقرار کیا ہے۔ اگر یہ آیات تقدیر کے خلاف ہوتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کبھی تقدیر کے قائل نہ ہوتے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقَدَرِ فَكَتَبَ أَمَّا بَعْدُ أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالاِقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِ وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم وَتَرْكِ مَا أَحْدَثَ الْمُحْدِثُونَ بَعْدَ مَا جَرَتْ بِهِ سُنَّتُهُ وَكُفُوا مُؤْنَتَهُ فَعَلَيْكَ بِلُزُومِ السُّنَّةِ فَإِنَّهَا لَكَ بِإِذْنِ اللَّهِ عِصْمَةٌ ...... كَتَبْتَ تَسْأَلُ عَنِ الإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ فَعَلَى الْخَبِيرِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَعْتَ مَا أَعْلَمُ مَا أَحْدَثَ النَّاسُ مِنْ مُحْدَثَةٍ وَلاَ ابْتَدَعُوا مِنْ بِدْعَةٍ هِيَ أَبْيَنُ أَثَرًا وَلاَ أَثْبَتُ أَمْرًا مِنَ الإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ لَقَدْ كَانَ ذَكَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْجُهَلاَءُ يَتَكَلَّمُونَ بِهِ فِي كَلاَمِهِمْ وَفِي شِعْرِهِمْ يُعَزُّونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ عَلَى مَا فَاتَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَزِدْهُ الإِسْلاَمُ بَعْدُ إِلاَّ شِدَّةً وَلَقَدْ ذَكَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَلاَ حَدِيثَيْنِ وَقَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ الْمُسْلِمُونَ فَتَكَلَّمُوا بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ يَقِينًا وَتَسْلِيمًا لِرَبِّهِمْ وَتَضْعِيفًا لأَنْفُسِهِمْ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ لَمْ يُحِطْ بِهِ عِلْمُهُ وَلَمْ يُحْصِهِ كِتَابُهُ وَلَمْ يَمْضِ فِيهِ قَدَرُهُ وَإِنَّهُ مَعَ ذَلِكَ لَفِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ مِنْهُ اقْتَبَسُوهُ وَمِنْهُ تَعَلَّمُوهُ وَلَئِنْ قُلْتُمْ لِمَ أَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ كَذَا وَلِمَ قَالَ كَذَا. لَقَدْ قَرَءُوا مِنْهُ مَا قَرَأْتُمْ وَعَلِمُوا مِنْ تَأْوِيلِهِ مَا جَهِلْتُمْ وَقَالُوا بَعْدَ ذَلِكَ كُلِّهِ بِكِتَابٍ وَقَدَرٍ وَكُتِبَتِ الشَّقَاوَةُ وَمَا يُقَدَّرْ يَكُنْ وَمَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلاَ نَمْلِكُ لأَنْفُسِنَا ضَرًّا وَلاَ نَفْعًا ثُمَّ رَغِبُوا بَعْدَ ذَلِكَ وَرَهِبُوا

سنن ابی داود باب لزوم السنۃ رقم الحدیث 4614

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو خط لکھا۔ جس میں اس نے ان سے تقدیر کے بارے سوال کیا، آپ رحمہ اللہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: حمد وصلاۃ کے بعد، میں تمہیں تقوی اختیار کرنے کی اور اعتدال کی وصیت کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرو اور اہل بدعت کی بدعات سے بچو بالخصوص جب دین کے معاملہ میں آپ ﷺ کی سنت جاری ہوچکی اور سنت کے ذریعہ لوگوں کی دینی ضرورت پوری ہوچکی۔ سنت کو لازم پکڑو یقیناً یہی چیز حکم الہی سے تمہارے لیے (گمراہی سے) بچنے کا سبب ہوگی۔۔۔۔۔۔ تم نے خط کے ذریعہ عقیدہ تقدیر پوچھا ہے تو اللہ کا شکر ہے تم نے ایک صاحب علم سے پوچھا ہے۔ میرے خیال میں لوگوں نے جتنی بھی نئی باتیں گھڑی ہیں اور جتنی بھی بدعات ایجاد کی ہیں ان میں تقدیر کے مسئلے سے بڑھ کر بھی کوئی مسئلہ واضح اور دلائل کی روسے قوی تر نہیں ہے، اس کا ذکر تو دور جاہلیت میں بھی ہوتا تھا، لوگ اپنی گفتگو اور اپنے اشعار میں تقدیر کا ذکر کرتے تھے، جو چیز انہیں حاصل نہ ہوتی تو تقدیر کا ذکر کرکے خود کو تسلی دیتے تھے۔ اسلام کا دور آیا تو اسلامی تعلیمات نے عقیدہ تقدیر کو مزید مستحکم کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دو نہیں، متعدد احادیث میں اس کا ذکر کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر آپ کی زندگی میں اور آپ کے بعد بھی اس کے اقرار کے بارے میں گفتگو کی۔ جس میں اللہ رب العزت کی ذات کے سامنے تسلیم ورضا کا اظہار اور اپنی بے بسی کا اعتراف کیا کہ کوئی چیز

ایسی نہیں جس پر اللہ کا علم محیط نہ ہو، یا کتاب تقدیر میں اس کا شمار نہ ہو، یا اس میں اس کی تقدیر جاری نہ ہوئی ہو۔ یہ ساری باتیں اللہ پاک کی محکم کتاب میں بھی موجود ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عقیدہ تقدیر کو اسی قرآن کریم سے حاصل کیا تھا۔ اگر تم کہو اللہ نے فلاں آیت کیوں نازل کی اور اس طرح کیوں فرمایا؟ تو خیال کرو: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تو یہی آیات پڑھیں جو آج تم نے پڑھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آیات کے ساتھ ساتھ اس کی صحیح تفسیر مل گئی جس سے تم جاہل رہے۔ ان آیات کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ یہ ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے لکھا ہوا اور اس کی تقدیر سے ہے۔ شقاوت اور بد بختی بھی لکھی ہوئی ہے۔ جو کچھ مقدر میں ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ جو بھی چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا۔ ہم اپنے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ اسی عقیدہ پر وہ اللہ کی طرف راغب رہے اور اسی سے ڈرتے رہے۔

2. امام ابو الحسن عبید اللہ ابن الحسین الکرخی رحمہ اللہ ت340ھ لکھتے ہیں:

"ان کل آیتہ تخالف قول اصحابنا فانہا تحمل علی النسخ او علی الترجیح والاولی ان تحمل علی التاویل من جھۃ التوفیق۔

اصول کرخی

ترجمہ: ہر وہ آیت جو ہمارے فقہاء کے قول کے خلاف ہو گی تو اس کو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور بہتر یہ ہے کہ ان دونوں میں تاویل کر کے تطبیق کی صورت پیدا کی جائے۔

3. حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ ت505ھ لکھتے ہیں:

فَيَنْظُرَ أَوَّلَ شیء فی الإجماع فإِنْ وَجَدَ فِي الْمَسْأَلَةِ إِجماعاً تَرَكَ النَّظَرَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمَا يَقْبَلَانِ النَّسْخَ وَالْإِجْمَاعُ لَايَقْبَلُهُ فَالإِجماعُ عَلىٰ خِلَافِ مَا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ دَلِيلٌ قاطعٌ عَلَى النَّسْخِ إِذْلَا تَجْتَمِعُ الأُمَّةُ عَلَى الْخَطَأ

المستصفی للغزالی ج1 ص374

ترجمہ: مجتہد کو چاہئے کہ مسئلہ حل کرتے وقت سب سے پہلے اجماع امت کو دیکھے اگر اس مسئلہ پر اجماع موجود ہو تو قرآن وسنت دیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن وسنت نسخ کو قبول کرتے ہیں جبکہ اجماع نسخ کو قبول نہیں کرتا۔ نصوص کے خلاف اجماع آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ نص منسوخ ہے اس لئے کہ امت غلطی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔

نص کا ظاہری معنی مراد لینا:

نصوص کو ظاہر پر رکھنا ضروری ہے، کسی دلیل شرعی کے بغیر اس کے ظاہری معنی کو ترک کرنا اور غلط تاویل کرنا درست نہیں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں:

وَالنُّصُوْصُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ تُحْمَلُ عَلىٰ ظَوَاهِرِهَا مَالَمْ يَصْرِفْ عَنْهَا دَلِيْلٌ قَطْعِيٌّ كَمَا فِي الْآيَاتِ الَّتِيْ تُشْعِرُ بِظَوَاهِرِهَا بِالْجِهَةِ وَالْجِسْمِيَّةِ ... وَالْعُدُوْلُ عَنْهَا اَيْ عَنِ الظَّوَاهِرِ اِلىٰ مَعَانٍ يَدَّعِيْهَا اَهْلُ الْبَاطِنِ وَهُمُ الْمُلَاحِدَةُ وَسَمَّوُا الْبَاطِنِيَّةَ لِاِدِّعَاءِهِمْ اَنَّ النُّصُوْصَ لَيْسَتْ عَلىٰ ظَوَاهِرِهَا بَلْ لَّهَا مَعَانٍ بَاطِنِيَّةٌ لَايَعْرِفُهَا اِلَّا الْمُعَلِّمُ وَقَصْدُهُمْ بِذَالِكَ نَفْيُ الشَّرِيْعَةِ بِالْكُلِّيَّةِ اِلْحَادٌ اَيْ مَيْلٌ وَعُدُوْلٌ عَنِ الْاِسْلَامِ وَاِتِّصَالٌ وَّالتِّصَاقٌ بِكُفْرٍ لِكَوْنِهٖ تَكْذِيْباً لِلنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْمَا عُلِمَ مَجِيْئُهٗ بِهٖ بِالضَّرُوْرَةِ. وَاَمَّا مَاذَهَبَ اِلَيْهِ بَعْضُ الْمُحَقِّقِيْنَ مِنْ اَنَّ النُّصُوْصَ مَصْرُوْفَةٌ عَلىٰ ظَوَاهِرِهَا وَمَعَ ذَالِكَ فِيْهِ اِشَارَاتٌ خَفِيَّةٌ اِلىٰ دَقَائِقَ تَنْكَشِفُ عَلىٰ اَرْبَابِ السُّلُوْكِ يُمْكِنُ التَّطْبِيْقُ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الظَّوَاهِرِ الْمُرَادَةِ فَهُوَ مِنْ كَمَالِ الْاِيْمَانِ وَمَحْضِ الْعِرْفَانِ

شرح العقائد النسفیہ ص388،387

ترجمہ: نصوص کے ظاہری معنی کے خلاف جب تک دلیل قطعی موجود نہ ہو تو انہیں حقیقی معنی پر محمول کیا جائے گا جیسے وہ آیات جن سے بظاہر اللہ تعالی کے لئے خاص جہت اور جسم ثابت ہوتا ہے {جیسے ید اللہ، الیہ یصعد الکلم الطیب. ان میں مناسب تاویل کریں گے کہ ید سے مراد قدرت، اور صعود سے مراد قبولیت ہے} نصوص کا ظاہری معنی چھوڑ کر وہ معنی مراد لینا جو کہ اہل باطن یعنی باطنیہ، ملحدین مراد لیتے ہیں {وہ خود کو باطنیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ} ان

کا دعوی ہے کہ ان نصوص کا ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ باطنی معنی مراد ہے جسے معلِّم یعنی امام معصوم جانتا ہے۔اوران کا مقصد شریعت کی نفی کرنا ہے۔یہ الحاد ہے،شریعت سے روگردانی ہے اور اسلام کو چھوڑ دینا ہے اور کفر کے ساتھ خود کو ملالینا ہے اس لئے کہ اس سے ان چیزوں کی تکذیب لازم آتی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیکر تشریف لائے۔باقی بعض اہل حق محققین جو ظاہری معنی کے ساتھ ایسے باطنی معنی بیان کرتے ہیں جو اہل کشف پر کھلتے ہیں تو وہ الحاد نہیں بلکہ وہ ایمان کے کامل ہونے اور معرفت کی علامت ہے اس لئے کہ وہاں ظاہری اور باطنی معنی میں تطبیق ہو سکتی ہے۔{جیسے ففروا الی اللہ اس آیت میں فنافی اللہ کا حکم دیا گیا ہے}

اجماع:

اجماع کا لغوی معنٰی:

شیخ محمد اعلیٰ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (ت 1191ھ) لکھتے ہیں:

الاجماعُ فی اللُّغۃِ ھو العزم، یقال: اجمع فلان علیٰ کذا ای عزم، والاتفاق، یقال: اجمع القوم علی کذا ای اتفقوا۔

(کشاف اصطلاحات الفنون للتھانوی:ج1ص238)

ترجمہ: اجماع کے لغت میں دو معنی ہیں:

ا: کسی چیز کا پختہ ارادہ کر لینا۔جب کوئی شخص کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو بطور محاورہ کہا جاتا ہے "**اجمع فلاں علیٰ کذا**"

۲: کسی چیز پر لوگوں کا اتفاق کر لینا۔چنانچہ جب قوم کسی بات پر متفق ہو جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: "**اجمع القوم علی کذا**"

اجماع کا اصطلاحی معنٰی:

شیخ محمد اعلیٰ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (ت 1191ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ اتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَصْرٍ عَلٰى حُكْمٍ شَرْعِيٍّ.

(کشاف اصطلاحات الفنون للتھانوی:ج1ص238)

ترجمہ: اجماع امت سے مراد امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجتہدین کا کسی زمانہ میں کسی بھی حکم شرعی پر اتفاق کر لینا ہے۔

اجماع کی قسمیں:

اجماع کی بنیادی دو قسمیں ہیں: 1: اجماع کلی۔ 2: اجماع اکثری۔

اجماع کلی: جس پر تمام مجتہدین متفق ہوں جیسے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

اجماع اکثری: جس پر اکثر فقہاء متفق ہوں۔جیسے علامہ ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی (ت 855ھ) صاحبِ ہدایہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغینانی (ت 593ھ) کے ایک قول کی شرح میں فرماتے ہیں:

قَالَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ مِنْ أَصْحَابِنَا: "وَعَلٰى تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ" فَسَمَّاهُ إِجْمَاعاً بِاعْتِبَارِ اتِّفَاقِ الْأَكْثَرِ وَمِثْلُ هٰذَا يُسَمّٰى إِجْمَاعاً عِنْدَنَا.

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی ج4ص449 باب وجوب القراءۃ)

ترجمہ: ہمارے احناف میں سے صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ "امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے" صاحبِ ہدایہ نے اکثر کے اتفاق کو "اجماع" فرمادیا ہے۔اس طرح کا اکثری اتفاق ہمارے ہاں اجماع شمار ہوتا ہے۔

فاسد العقیدہ کے انکار سے اجماع متاثر نہیں ہوتا:

اگر کسی عقیدہ پر اہل حق متفق ہو جائیں تو بعض فاسد العقیدہ لوگوں کے انکار سے نہ تو اس عقیدہ کی حقانیت پہ کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ہی اجماع کی حجیت پر۔

مثال: گناہ کبیرہ کا مرتکب اسلام سے خارج نہیں ہوتا اس عقیدہ پر قرآنی آیات، احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ امت کا اجماع بھی موجود ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں۔

اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ مِنْ عَصْرِ النَّبِی صلّی الله علیهِ وسلم الیٰ یَوْمِنَاهٰذَا بِالصَّلوٰةِ عَلیٰ مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ مِنْ غَیْرِ تَوْبَةٍ وَالدُّعَاءِ وَالْاِسْتِغْفَارِ لَهُمْ مَعَ الْعِلْمِ بِارْتِکَابِهِمُ الْکَبَائِرَ بَعْدَ الْاِتِّفَاقِ عَلیٰ اَنَّ ذَالِكَ لَا یَجُوْزُ لِغَیْرِ الْمُؤْمِنِ

شرح العقائد النسفیہ ص281

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک سے لیکر آج تک امت اس بات پر متفق چلی آرہی ہے کہ جو اہل قبلہ {مسلمان} بغیر توبہ کے فوت ہو جائے اور لوگوں کو معلوم بھی ہو کہ وہ مرتکب کبیرہ تھا تب بھی اس کا جنازہ ادا کرنا اور اس کے حق میں دعا اور استغفار کرنا جائز ہے۔ اور اس بات پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ غیر مسلم کا نماز جنازہ ادا کرنا اور اس کی بخشش کی دعا کرنا درست نہیں۔

اس پر سوال ہوا کہ اجماع کا دعوی کرنا درست نہیں کیونکہ خوارج امت میں شامل ہیں اور وہ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں تو ان کے اختلاف کے باوجود اجماع امت کا دعوی درست نہیں تو علامہ تفتازانی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

وَالْاِجْمَاعُ الْمُنْعَقِدُ عَلیٰ ذَالِكَ عَلیٰ مَامَرَّ وَالْخَوَارِجُ خَوَارِجُ عَمَّا انْعَقَدَ عَلَیْهِ الْاِجْمَاعُ فَلَا اِعْتِدَادَ بِهِمْ

شرح العقائد النسفیہ ص282

ترجمہ: مرتکب کبیرہ کے کافر نہ ہونے کی ایک دلیل اجماع امت بھی ہے، خوارج اس اجماع سے الگ ہیں مگر ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اجماع کی اہمیت:

1: حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ ت505ھ لکھتے ہیں:

فَیَنْظُرَ أَوَّلَ شیء فی الإجماع فإنْ وَجَدَ فِی الْمَسْأَلَةِ إجماعاً تَرَكَ النَّظَرَ فِی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمَا یَقْبَلَانِ النَّسْخَ وَالْإِجْمَاعُ لَا یَقْبَلُهُ فَالإجماعُ عَلیٰ خِلَافِ مَا فِی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ دَلِیْلٌ قاطعٌ عَلَی النَّسْخِ إذْ لَا تَجْتَمِعُ الأُمَّةُ عَلَی الْخَطَأ

المستصفی للغزالی ج1 ص374

ترجمہ: مجتہد کو چاہئے کہ مسئلہ حل کرتے وقت سب سے پہلے اجماع امت کو دیکھے اگر اس مسئلہ پر اجماع موجود ہو تو قرآن وسنت دیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن وسنت نسخ کو قبول کرتے ہیں جبکہ اجماع نسخ کو قبول نہیں کرتا۔ نصوص کے خلاف اجماع آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ نص منسوخ ہے اس لئے کہ امت غلطی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔

2: حافظ تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام رحمہ اللہ ت728ھ لکھتے ہیں:

وَإِجْمَاعُهُمْ حُجَّةٌ قَاطِعَةٌ یَجِبُ اتِّبَاعُهَا بَلْ هِیَ أَوْکَدُ الْحُجَجِ وَهِیَ مُقَدَّمَةٌ عَلَی غَیْرِهَا. وَلَیْسَ هَذَا مَوْضِعُ تَقْرِیرِ ذَلِكَ. فَإِنَّ هَذَا الْأَصْلَ مُقَرَّرٌ فِی مَوْضِعِهِ. وَلَیْسَ فِیهِ بَیْنَ الْفُقَهَاءِ بَلْ وَلَا بَیْنَ سَائِرِ الْمُؤْمِنِینَ الَّذِینَ هُمْ الْمُؤْمِنُونَ خِلَافٌ.

الفتاوی الکبری لابن تیمیہ ج6 ص162

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع دلیل قطعی ہے جسے ماننا ضروری ہے بلکہ یہ سب سے مضبوط دلیل ہے جو دیگر دلائل پر مقدم ہے، یہاں اس مسئلہ کی تفصیل کا موقع نہیں، باقی یہ اصول مسلّم ہے کہ یہ سب سے مضبوط دلیل ہے جس میں فقہاء کرام رحمہم اللہ بلکہ امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔

منکر اجماع کا حکم:

اجماع کے منکر کا حکم کیا ہے؟اس کا فیصلہ اجماع کی حیثیت دیکھ کر کیا جائے گا۔جس نوعیت کا اجماع ہو گا اسی طرح کا حکم ہو گا۔

مشہور اصولی امام ابراہیم بن اسحاق الشاشی رحمہ اللہ ت325ھ فرماتے ہیں:

1:الاجماع على أربعة أقسام إجماع الصحابة رضى الله عنهم على حكم الحادثة نصا .... فهو بمنزلة آية من كتاب الله تعالى.

اصول الشاشی ص195،196

ترجمہ:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا نئے پیش آنے والے مسئلے پر صراحتا اتفاق کرنا یہ اجماع قرآن کریم کی آیت کی طرح ہے۔

مثال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا صریح اجماع ہے۔اس کا منکر کافر ہو گا۔

2:ثم إجماعهم بنص البعض وسكوت الباقين عن الرد... فهو بمنزلة المتواتر

اصول الشاشی ص195،196

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی مسئلہ پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین صراحت کر دیں اور باقی خاموش ہو جائیں تردید نہ کریں یہ حدیث متواتر کی طرح ہے۔

یہ اجماع علم یقینی کا فائدہ تو دیتا ہے اس کا منکر حد انتہائی گمراہ تو ہے لیکن کافر نہیں۔

مثال: ایک مجلس کی تین طلاقوں کا تین ہونا۔

3:ثم إجماع من بعدهم فيما لم يوجد فيه قول السلف...فهو بمنزلة المشهور من الأخبار

اصول الشاشی ص195،196

ترجمہ:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد امت کا کسی ایسے مسئلہ پر اکٹھا ہونا جس پر کسی بھی صحابی کا قول موجود نہ ہو۔یہ خبر مشہور کی طرح ہے۔{منکر کافر نہیں}

مثال: مسئلہ استصناع یعنی آرڈر پر چیز تیار کرانا اس میں معدوم کی بیع ہوتی ہے جس کے جواز پر امت متفق ہے۔

4:ثم الإجماع على أحد أقوال السلف...فهو بمنزلة الصحيح من الآحاد

اصول الشاشی ص195،196

ترجمہ:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور تابعین کسی ایک صحابی کے قول اور فعل پر جمع ہو گئے ہو، یہ خبر واحد کی طرح ہے۔

مثال: ام ولد کا بیع بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہاں جائز نہیں اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہاں جائز ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد مجتہدین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں۔

فائدہ:

جس فن کی بات ہو گی اسی فن والوں کا اجماع معتبر ہو گا۔اگر علم الکلام کی بات ہو تو متکلمین کا اعتبار ہو گا، فقہی مسائل میں فقہاء کا وغیرہ وغیرہ۔

مشہور اصولی امام ابراہیم بن اسحاق الشاشی رحمہ اللہ ت325ھ فرماتے ہیں:

والمعتبر فى هذا الباب إجماع أهل الرأى والاجتهاد فلا يعتبر بقول العوام والمتكلم والمحدث الذى لا بصيرة له فى أصول الفقه

اصول الشاشی ص196

ترجمہ: فقہی مسائل میں مجتہدین، اہل رائے حضرات کا اجماع معتبر ہے۔عوام، متکلمین اور وہ حضرات جو محض محدث ہیں فقیہ نہیں ان کی بات کا کوئی اعتبار

نہیں ہے۔

اول منکر اجماع:

اس دنیامیں سب سے پہلے اجماع کاانکار ابلیس نے کیاہے۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔اِلَّآ اِبْلِيْسَ

سورۃ الحجر آیت 75،74

ترجمہ: تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کر دیا۔

منکر اجماع کی سزا:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا

سورۃ نساء آیت 115

ترجمہ: جو شخص ہدایت واضح ہونے کے باوجود رسول کی مخالفت کرے اور ایمان والوں سے ہٹ کر الگ راستہ پر چلے تو ہم اسے اس کے اختیار کردہ راستہ پر چلادیتے ہیں اور اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بہت براٹھکانہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں منکر اجماع کی دوسزائیں بیان کی گئی ہیں 1: دنیامیں ہدایت نہیں ملتی۔2: آخرت میں اس کو جنت نہیں ملتی۔

شبہ: بعض منکرین اجماع توہدایت پر آجاتے ہیں۔

جواب:

اس سے مراد وہ منکر اجماع ہے جو ضد کی وجہ سے نہیں مانتا۔ اگر کوئی دلیل کی وجہ سے انکار کرتا ہے توجب اس کے سامنے دلیل آتی ہے تووہ مان لیتاہے۔

نقل کو عقل پر کو ترجیح دینا:

اگر شریعت کاکوئی عقیدہ ونظریہ دلائل نقلیہ قطعیہ سے ثابت ہو اور اس کا مضمون عقل سے ماوراہو تو اس میں نقل کو عقل پر ترجیح دی جائے گی، محض عقل سے ماوراہونے کی وجہ سے نصوص میں بے جاتاویل کرنااور اس عقیدہ کاانکار کرنادرست نہیں۔

بدر الدین محمد بن بھادر بن عبد اللہ الزرکشی رحمہ اللہ ت794ھ لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْمِلَّةِ أَنَّ النبى الصَّادِقَ إِذَا أَخْبَرَ خَبَرًا لَا يُدْرِكُهُ الْعَقْلُ وَجَبَ الْإِيمَانُ بِهِ وَتَلَقِّيهِ بِالْقَبُولِ وَتِلْكَ خَصِيصَةُ الْإِيمَانِ بِالْغَيْبِ التى مَدَحَ اللَّهُ بها الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُعْتَزِلَةُ لَمَّا قَلَّدُوا عُقُولَهُمْ أَنْكَرُوا عَذَابَ الْقَبْرِ وَسُؤَالَ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ وَوَزْنَ الْأَعْمَالِ وَوَقَعُوا فى عِقَالِ الضَّلَالِ حَيْثُ عَدَلُوا عن قَوْلِ الْمَعْصُومِ

البحر المحیط فی اصول الفقہ ج1ص114

ترجمہ: اہل اسلام کااس بات پر اتفاق ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی چیز کے بارے بتائیں جوماورائے عقل ہو{سمجھ نہ آئے} تواس بات پر ایمان لانا،اسے قبول کرناواجب ہے اور یہی ایمان بالغیب ہے جس کی اللہ پاک نے تعریف فرمائی ہے۔اور معتزلہ نے جب اپنی عقلوں کو بنیاد بناکر عذاب قبر، منکر نکیر کے سوال اور وزن اعمال کاانکار کیا۔ تووہ معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑکر گمراہی کے گڑھے میں جاگرے۔

فائدہ:

عمومی ضابطہ تویہی ہے کہ نقل کو عقل پر ترجیح ہوتی ہے لیکن بعض صورتوں میں عقل کو نقل پر ترجیح ہوتی ہے۔

مثال 1: عصا کو دائیں ہاتھ میں رکھنا قرآن کریم کی آیت سے ثابت ہے۔

وما تلك بيمينك ياموسى

سورۃ طٰہٰ آیت 17

لیکن اگر ایک بندے کے پاس قرآن مجید بھی موجود ہو اور عصا بھی تو عقل کا تقاضا ہے کہ دائیں ہاتھ میں قرآن کریم پکڑے اور بائیں ہاتھ میں عصا کو۔

مثال 2: جمع قرآن کریم کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عقل کو پیش کیا۔

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدْ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنْ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ نَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ هَذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِذَلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعْ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللَّهِ لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنْ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ أَبُو بَكْرٍ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنْ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ

صحیح بخاری باب جمع القرآن

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ یمامہ کے بعد مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلایا جب میں ان کے پاس پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ یمامہ کی جنگ میں بہت سارے حفاظ شہید ہو گئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ اگر ایسے ہی جنگوں میں حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سارا حصہ ان کے سینوں ہی میں چلا جائے گا؛ اس لئے میری رائے یہ ہے آپ قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دے دیں۔ میں نے عمر سے کہا کہ جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم اس میں خیر ہی خیر ہے یہ مجھ سے بار بار اصرار کرتے رہے؛ بالآخر اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا اور اب میری رائے بھی یہی ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: تم نوجوان بھی ہو اور سمجھدار بھی ہو عادل بھی ہو ہم آپ میں کسی طرح کی تہمت موجود نہیں پاتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی بھی رہے ہو لہٰذا تم قرآن کریم کی آیات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے تلاش کرو اور ان کو جمع کرو۔

حت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ خدا کی قسم اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم فرماتے تو یہ میرے لیے قرآن کریم جمع کرنے سے زیادہ آسان تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ آپ حضرات ایسا کام کیوں کرتے ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ یہ تو اچھا ہی کام ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس بارے میں مسلسل مجھ سے اصرار کرتے رہے؛ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا۔ چنانچہ میں نے قرآن کریم کے اجزاء کو تلاش کرنا شروع کیا اور اسے کھجور کی شاخوں، باریک سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔

فائدہ: یہاں بظاہر عقل کو ترجیح دی ہے جبکہ عقل کی بنیاد نقل ہی ہے کیونکہ ادب نقل سکھاتی ہے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت یہ بھی نقل سے ثابت ہے اسی طرح حفاظت قرآن نقل سے ثابت ہے تو یہاں عقل کی بنیاد بھی نقل ہی ہے۔

اپنے عقائد کی حقانیت کا یقین ضروری ہے:

امام زین الدین بن ابراھیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ ت970ھ فرماتے ہیں:

إِذَا سُئِلْنَا عَنْ مَذْهَبِنَا وَمَذْهَبِ مُخَالِفِينَا فِي الْفُرُوعِ ، يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نُجِيبَ بِأَنَّ مَذْهَبَنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَمَذْهَبَ مُخَالِفِينَا خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ؛ لِأَنَّكَ لَوْ قَطَعْتَ الْقَوْلَ لَمَا صَحَّ قَوْلُنَا إنَّ الْمُجْتَهِدَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ.

وَإِذَا سُئِلْنَا عَنْ مُعْتَقَدِنَا وَمُعْتَقَدِ خُصُومِنَا فِي الْعَقَائِدِ يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نَقُولَ: الْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَيْهِ خُصُومُنَا .

الاشباہ والنظائر علی مذھب ابی حنیفۃ النعمان ص330 فائدۃ فی اعتقاد الانسان فی مذھبہ ومذھب غیرہ

ترجمہ: جب فروعی مسائل کے بارے میں ہم سے ہمارے اور ہمارے مخالف کے موقف کے بارے میں پوچھا جائے تو ہماری ذمہ داری ہے ہم یہ جواب دیں کہ ہمارا موقف درست ہے اس میں خطا کا احتمال ہے ہمارے مخالف کا موقف خطاء ہے جس میں درستگی کا احتمال ہے۔ اس لیے کہ اگر آپ نے یہ جواب دیا کہ ہمارا موقف ہی ٹھیک ہے تو پھر یہ کہنا کہ "مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور اس کا اجتہاد درست بھی ہوتا ہے" ٹھیک نہ ہو گا۔ اور جب ہم سے عقیدے سے متعلق ہمارے اور مخالف کے موقف کے بارے میں پوچھا جائے تو ہماری ذمہ داری ہے ہم یہ جواب دیں کہ ہمارا عقیدہ ہی ٹھیک ہے اور ہمارے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔

شبہ:

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَى هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

سورۃ سبا آیت 24

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے پوچھیں تمہیں آسمان وزمین سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ فرمادیں: اللہ پاک ہی رزق دیتے ہیں۔ بیشک ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمارہے ہیں ہم حق پہ ہیں یا تم حق پہ ہو یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یقین کے ساتھ خود کو حق پہ نہیں فرمارہے بلکہ شک کے ساتھ فرمارہے ہیں۔ اگر اپنے عقائد کی حقانیت کا یقین ضروری ہے اور خود کو اہل حق کہنا جائز ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ شک کیسے؟

جواب:

آیت کریمہ کا یہ مطلب بیان کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنے حق پہ ہونے اور مخالف کے باطل پہ ہونے کا یقین نہیں تھا سو فیصد غلط ہے اور یہ نظریہ رکھنا دیگر نصوص کے بھی خلاف ہے۔

نصوص قرآنی:

دلیل نمبر 1:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود کو حق پہ اور مخالفین کو باطل پہ فرمایا ہے۔

يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا

سورۃ مریم آیت 43

ترجمہ: ابا جان؛ میرے پاس ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں لہذا آپ میری بات مان لیں میں تمہیں سیدھا راستہ بتادوں گا۔

دلیل نمبر 2:

لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

سورۃ الانبیاء آیت 54

تم اور تمہارے سارے بڑے کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

دلیل نمبر 3:

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ

سورۃ النمل آیت 79

ترجمہ: اے پیغمبر آپ اللہ پر بھروسہ فرمائیں بیشک آپ واضح حق پر ہیں۔

دلیل نمبر 4:

هذا خلق الله فأروني ماذا خلق الذين من دونه بل الظالمون في ضلال مبين

سورۃ لقمان آیت 11

ترجمہ: یہ چیزیں تو اللہ تعالی نے پیدا کی ہیں [آسمان بنائے، زمین بنائی، پہاڑ پیدا کئے، زمین میں جاندار پھیلائے، آسمان سے بارش برسا کے قسم قسم کے نباتات پیدا کئے] اگر اللہ کے سوا کسی نے کچھ پیدا کیا ہے تو مجھے دکھاو۔ [اگر اللہ کے علاوہ کسی نے کچھ پیدا نہیں کیا پھر بھی کوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھرائے تو وہ ظالم ہے اور] ظالم کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

دلیل نمبر 5:

ذَٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِن رَّبِّهِمْ

سورۃ محمد آیت 3

ترجمہ: کفار نے باطل کی پیروی کی اور ایمان والوں نے اپنے رب کی طرف سے آنے والے حق کی اتباع کی اس لئے اہل ایمان کو معاف کر دیا گیا۔

حدیث مبارک:

1. عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال طائفة من أمتي على الحق ظاهرين

سنن ترمذی باب ما جاء في الأئمة المضلين

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کا فرمان نقل کرتے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پہ رہے گی جو غالب ہو گی

2. عن عمر بن الخطاب قال فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَلَسْتَ نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا قَالَ بَلَى قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلَى

صحیح البخاری بَاب الشُّرُوطِ فِي الْجِهَادِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ وَكِتَابَةِ الشُّرُوطِ

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے موقع پر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ کیا ہم حق پہ اور ہمارا دشمن باطل پہ نہیں؟ آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ عمر واقعی ہم اہل حق اور ہمارے مخالف اہل باطل ہیں۔

فتوی امام طحاوی:

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ الأَزْدِي الحَجْرِي المصری الطحاوی ت 321ھ فرماتے ہیں

وَنُحِبُّ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُفْرِطُ فِيْ حُبِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنُبْغِضُ مَنْ يُبْغِضُهُمْ وَبِغَيْرِ الْخَيْرِ يَذْكُرُهُمْ وَلَا نَذْكُرُهُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ وَنَرَى حُبَّهُمْ دِيْنًا وَإِيْمَانًا وَإِحْسَانًا وَبُغْضَهُمْ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَطُغْيَانًا.

عقیدہ طحاویہ عقیدہ نمبر 93

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت کرتے ہیں البتہ کسی کی محبت میں غلو کرتے ہیں نہ کسی سے براءت کرتے ہیں۔ ہم ایسے شخص سے

بغض رکھتے ہیں جو ان سے بغض رکھے اور برائی سے ان کا تذکرہ کرے۔ ہم جب بھی صحابہ کا تذکرہ کریں گے تو خیر ہی سے کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کو دین، ایمان اور احسان سمجھتے ہیں اور ان سے نفرت کرنے کو کفر، منافقت اور سرکشی سمجھتے ہیں۔

وَعُلَمَاءُ السَّلَفِ مِنَ السَّابِقِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ -أَهْلُ الْخَيْرِ وَالْأَثَرِ وَأَهْلُ الْفِقْهِ وَالنَّظَرِ- لَا يُذْكَرُوْنَ إِلَّا بِالْجَمِيْلِ وَمَنْ ذَكَرَهُمْ بِسُوءٍ فَهُوَ عَلٰى غَيْرِ السَّبِيْلِ.

عقیدہ طحاویہ عقیدہ نمبر 97

ترجمہ: پہلے والے علماء اور ان کے متبعین علماء جو نیک سیرت محدثین اور صاحب نظر فقہاء ہیں، ان کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کرنا چاہیے اور جو ان کی برائی کرے وہ سیدھے راستے پر نہیں بلکہ گمراہ ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ عقیدہ طحاویہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، ملائکہ، آسمانی کتابیں، انبیاء علیہم السلام، تقدیر، قبر کا سوال وجواب ثواب وعذاب، رویت باری تعالیٰ، معراج، حوض کوثر، شفاعت، لوح وقلم، عرش وکرسی، جہاد وحج، جنت وجہنم، محبت صحابہ، ادب ازواج مطہرات، احترام آل رسول، سلف صالحین اور کرامات اولیاء وغیرھم عقائد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

فَهٰذَا دِيْنُنَا وَاعْتِقَادُنَا ظَاهِرًا وَبَاطِنًا وَنَحْنُ بُرَءَاءُ إِلَى اللهِ مِنْ كُلِّ مَنْ خَالَفَ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ وَبَيَّنَّاهُ.

ترجمہ: یہی ہمارا دین اور عقیدہ ہے ظاہر میں بھی اور دل میں بھی اور جو شخص ان مذکورہ عقائد کا مخالف ہو ہم اللہ کے سامنے ایسے شخص سے براءت کا اعلان کرتے ہیں۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ صحیح عقائد ونظریات پر کاربند رہنے اور غلط آراء اور فرق ہائے باطلہ سے بچنے کی دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَنَسْأَلُ اللهَ تَعَالٰى أَنْ يُثَبِّتَنَا عَلَى الْإِيْمَانِ وَيَخْتِمَ لَنَا بِهٖ وَيَعْصِمَنَا مِنَ الْأَهْوَاءِ الْمُخْتَلِفَةِ وَالْآرَاءِ الْمُتَفَرِّقَةِ وَالْمَذَاهِبِ الرَّدِيَّةِ مِثْلِ الْمُشَبِّهَةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَالْجَبْرِيَّةِ وَالْقَدَرِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الَّذِيْنَ خَالَفُوا السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ وَاتَّبَعَ الْبِدْعَةَ والضَّلَالَةَ وَنَحْنُ مِنْهُمْ بَرَاءٌ وَهُمْ عِنْدَنَا ضُلَّالٌ وَأَرْدِيَاءُ وَبِاللهِ الْعِصْمَةُ وَالتَّوْفِيْقُ. وَاللهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ.

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم فرما، ایمان پر ہی ہمارا خاتمہ فرما، ہر قسم کی خواہشات نفسانیہ، جداگانہ آراء اور مشبہہ، معتزلہ، جہمیہ، جبریہ، قدریہ جیسے مردود مذاہب سے ہماری حفاظت فرما اور ان کے علاوہ ان لوگوں سے بھی ہمیں محفوظ فرما جو اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف ہیں اور بدعت وگمراہی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم ان سب سے بری ہیں۔ یہ تمام لوگ ہمارے نزدیک گمراہ اور مردود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمانے والا اور توفیق دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں اور ہم نے بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

آیت کا مطلب:

باقی اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین سے ملاحظہ فرمائیں:

1: امام ابو اسحاق احمد بن ابراھیم الثعلبی النیسابوری رحمہ اللہ ت 427ھ فرماتے ہیں:

هٰذَا عَلٰى جِهَةِ الْإِنْصَافِ فِي الْحُجَّاجِ كَمَا يَقُوْلُ الْقَائِلُ: أَحَدُنَا كَاذِبٌ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ صَادِقٌ وأَنَّ صَاحِبَهُ كَاذِبٌ وَالْمَعْنٰى: مَا نَحْنُ وَأَنْتُمْ عَلٰى أَمْرٍ وَاحِدٍ، إِنَّ أَحَدَ الْفَرِيْقَيْنِ لَمُهْتَدٍ وَالْآخَرُ ضَالٌّ فَالنَّبِيُّ وَمَنْ مَعَهُ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ خَالَفَهُ فِيْ ضَلَالٍ فَكَذَّبَهُمْ بِأَحْسَنَ مِنْ تَصْرِيْحِ التَّكْذِيْبِ.

وَقِيْلَ هٰذَا عَلٰى جِهَةِ الْاِسْتِهْزَاءِ بِهِمْ وَهُوَ غَيْرُ شَاكٍّ فِيْ دِيْنِهٖ

تفسیر الکشف والبیان سورۃ سبا آیت 24

ترجمہ: آیت کریمہ میں یہ طریقہ دوسرے کو سمجھانے کے لئے اختیار فرمایا جیسے کسی شخص کا دوسرے سے اختلاف ہو تو ایک کہتا ہے کہ دیکھ ہم میں سے کوئی ایک تو جھوٹا ہے یہ بات کہنے والا جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور دوسرا جھوٹا ہے۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اے مشرکین ہمارا تمہارا ایک بات پہ تو اتفاق ہے کہ ہم میں سے ایک ہدایت یافتہ ہے اور دوسرا گمراہ۔ لہذا حضور علیہ السلام اور اہل ایمان ہدایت یافتہ ہیں اور آپ علیہ السلام کے مخالفین گمراہی میں مبتلا

ہیں۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے اچھے طریقہ سے مشرکین کی صراحتاً تکذیب فرمادی کہ وہ جھوٹے ہیں۔اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ حضور علیہ السلام کو اپنے ہدایت پہ ہونے میں کوئی شک نہیں تھا آپ نے یہ طریقہ اختیار فرماکے مشرکین پہ چوٹ لگائی {کہ اپنے ہاتھ سے پتھر تراش کر ان کو سجدے بھی کرتے ہو اور خود کو اہل حق بھی کہتے ہو؟}

2:ابو الفدا اعماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف ابن کثیر رحمہ اللہ ت774ھ فرماتے ہیں:

{ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ }: هٰذَا مِنْ بَابِ اللَّفِّ وَالنَّشْرِ ....وَقَالَ عِكْرِمَة وزِيادُ بنُ أبي مَرْيَمَ :مَعْنَاهُ:إِنَّا نَحْنُ لَعَلىٰ هُدًى وإِنَّكُمْ لَفِيْ ضَلالٍ مُبِينٍ.

تفسیر ابن کثیر سورۃ سبا آیت 24

ترجمہ: یہ آیت کریمہ لف نشر مرتب کے باب سے ہے۔ چنانچہ حضرت عکرمہ اور زیاد بن ابی مریم رحمھما اللہ فرماتے ہیں آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم ہدایت پہ ہیں اور تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

فائدہ:

لف کا معنی ہے لپیٹنا، نشر کا معنی ہے پھیلانا اور مرتب کا مطلب ہے پہلے چند چیزیں ذکر کرنا اور اس کے بعد ان کے مناسبات کو ترتیب سے ذکر کرنا۔

چنانچہ اس آیت میں پہلے دو فریقوں کا تذکرہ ہے۔"انا" سے مراد اہل ایمان اور "ایاکم" سے مراد مشرکین اس کے بعد دو نتیجے ہیں "لعلی ھدی" اس کا تعلق اہل ایمان سے ہے۔"فی ضلال مبین" اس کا تعلق مشرکین سے ہے۔

3:امام علی بن محمد المعروف خازن رحمہ اللہ ت725ھ فرماتے ہیں:

وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (مَعْنَاهُ مَا نَحْنُ وَأَنْتُمْ عَلىٰ أَمْرٍ وَاحِدٍ بَلْ أَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ مُهْتَدٍ وَالْآخَرُ ضَالٌّ، وَهٰذَا لَيْسَ عَلىٰ طَرِيْقِ الشَّكِّ بَلْ جِهَةُ الْإِلْزَامِ وَالْإِنْصَافِ فِي الْحُجَّاجِ كَمَا يَقُوْلُ الْقَائِلُ أَحَدُنَا كَاذِبٌ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ صَادِقٌ وَصَاحِبُهُ كَاذِبٌ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ تَبِعَهُ عَلَى الْهُدىٰ وَمَنْ خَالَفَهُ فِي ضَلالٍ فَكَذَّبَهُمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّصَرِّحَ بِالتَّكْذِيْبِ.....وَقِيْلَ أَوْ بِمَعْنَى الْآيَةِ فِي ضَلالٍ وإِنَّكُمْ لَفِي ضَلالٍ مُبِينٍ

تفسیر خازن سورۃ سبا آیت 24

ترجمہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم اور تم دونوں تو ٹھیک ہو نہیں سکتے بلکہ ہم میں سے ایک فریق ہدایت یافتہ ہے اور دوسرا فریق گمراہ ہے۔ اہل ایمان کا یہ کہنا شک کی وجہ سے نہیں [کہ انہیں اپنے اہل حق ہونے کا شک ہو] بلکہ یہ طریقہ دوسرے کو سمجھانے کے لئے اور ان پہ الزام قائم کرنے کے لئے اختیار فرمایا جیسے کسی شخص کا دوسرے سے اختلاف ہو تو ایک کہتا ہے کہ دیکھ ہم میں سے کوئی ایک تو جھوٹا ہے یہ بات کہنے والا جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور دوسرا جھوٹا ہے اب یہ بات متعین ہے کہ حضور علیہ السلام اور اہل ایمان ہدایت یافتہ ہیں اور آپ کے مخالفین گمراہی میں مبتلا ہیں اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے اچھے طریقہ سے مشرکین کی تکذیب بھی فرمادی لیکن صراحتاً یہ نہیں فرمایا کہ تم جھوٹے ہو۔اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم ہدایت پہ ہیں اور تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

4:امام شمس الدین محمد بن احمد الشربيني القاهري الشافعي رحمہ اللہ ت977ھ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا لَيْسَ عَلىٰ طَرِيْقِ الشَّكِّ لِأَنَّهُ صَلىَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَشُكَّ أَنَّهُ عَلىٰ هُدًى وَيَقِيْنٍ وأَنَّ الْكُفَّارَ عَلىٰ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ وإِنَّمَا هٰذَا الْكَلَامُ جَارٍ عَلىٰ مَا تُخَاطِبُ بِهِ الْعَرَبُ مِنْ اِسْتِعْمَالِ الْإِنْصَافِ فِيْ مُحَاوَرَاتِهِمْ عَلىٰ سَبِيْلِ الْفَرْضِ وَالتَّقْدِيْرِ، وَيُسَمِّيْهِ أَهْلُ الْبَيَانِ الْإِسْتِدْرَاجَ

تفسیر السراج المنیر سورۃ سبا آیت 24

ترجمہ: مشرکین سے خطاب کا یہ طریقہ اس وجہ سے نہیں کہ حضور علیہ السلام کو اپنے حق پہ ہونے کا شک تھا اس لئے کہ آپ علیہ السلام نے کبھی اپنے حق پہ ہونے اور کفار کے گمراہ ہونے میں شک ہی نہیں کیا بلکہ یہ کلام اہل عرب کے محاورات کے مطابق ہے جس میں ایک بات فرض کرکے دوسرے کو دعوت فکر

دی جاتی ہے اہل بیان اس محاورہ کانام استدراج رکھتے ہیں[کہ ہم موحد تم مشرک ہو اب خود سوچو ہم میں سے حق پہ کون ہے اور گمراہ کون ہے]۔

5: شیخ التفسیر مولنا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ت1394ھ فرماتے ہیں:

"تحقیق ہم یا تم میں سے ایک فریق یا تو صریح ہدایت پہ ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں یہ تو ممکن نہیں کہ دونوں حق پر ہوں اہل توحید اور اہل شرک دونوں حق پر ہو ں یا دونوں غلطی پر ہوں لا محالہ اہک حق پر ہو گا اور وہ ہدایت یافتہ ہو گا اور دوسرا باطل پر ہو گا اور وہ گمراہ ہو گا اور دلائل سے توحید کا حق ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے لہٰذا آپ ان سے یہ کہ دیجئے کہ جب شرک کا باطل ہونا اور مشرک کا مجرم ہونا ثابت ہو گیا[الخ]"

تفسیر معارف القرآن کاندھلوی ج6 ص369 سورۃ سبا آیت 24

ایمان و کفر، سنت و بدعت:

ایمان اور کفر، سنت اور بدعت دو متضاد چیزیں ہیں ایمان اور سنت صحت جبکہ کفر اور بدعت بیماری ہیں جس طرح صحت مند ہونے کے لئے تمام بیماریوں سے پاک ہونا ضروری ہے لیکن بیمار ہونے کے لئے کسی ایک بیماری کا لگ جانا بھی کافی ہے اسی طرح مومن ہونے کے لئے تمام ضروریات ایمان کی تصدیق ضروری ہے اور اھل السنت والجماعت ہونے کے لئے تمام ضروریات اھل السنت کی تصدیق ضروری ہے۔ کافر ہونے کے لئے ضروریات ایمان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کافی ہے اسی طرح اہل بدعت ہونے کے لئے ضروریات اھل السنت میں سے کسی ایک کا انکار بھی کافی ہے۔

ایمان کا لغوی معنٰی:

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں:

الایمانُ فی اللُّغۃ التصدیقُ ای اِذْعَانُ حُکْمِ المخبِرِ وقبولُہ وَجَعْلُہُ صادقاً

شرح العقائد النسفیۃ ص299

ترجمہ: ایمان کا لغوی معنی تصدیق ہے یعنی خبر دینے والے کی خبر کا یقین کر کے اسے قبول کرنا اور مخبر کو سچا قرار دینا۔

ایمان کا اصطلاحی معنٰی:

مفتی بغداد ابو الثناء شہاب الدین سید محمود بن عبد اللہ بن محمود الحسینی آلوسی رحمہ اللہ ت1270ھ لکھتے ہیں:

أَمَّا فی الشَّرْعِ فَھُوَ التَّصْدِیْقُ بِمَا عُلِمَ مَجِیءُ النبیّ بہ ضَرُوْرَۃً تَفْصِیْلاً فِیْمَا عُلِمَ تَفْصِیْلاً وإجمالاً فیما عُلِمَ إجمالاً

روح المعانی سورۃ البقرۃ آیت 3

ترجمہ: اصطلاح شریعت میں ایمان کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیزیں بدیہی طور پر ثابت ہیں ان تمام چیزوں کی تصدیق کرنا جو چیزیں اجمالا ثابت ہیں ان پر اجمالی اور جو تفصیلا ثابت ہیں ان پر تفصیلی ایمان لانا۔

ایمان کی دو قسمیں:

ایمان اجمالی: مومن ہونے کے لیے ایمانیات کا اجمالی اعتقاد کافی ہے، تفصیلات اور ان کے دلائل کا جاننا ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ایمانیات میں اصل الاصول کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں اجمالی ایمان کافی ہے تو باقی امور میں بھی اجمالی ایمان کافی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معنٰی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں جو صفات باری تعالی بیان فرمائی ہیں بس انہی کا اعتقاد رکھا جائے۔

ایمان تفصیلی: اللہ تعالی، انبیاء کرام علیہم السلام، ملائکہ، آسمانی کتابیں اور آخرت وغیرہ کے بارے میں جو چیزیں قرآن و سنت میں بالتفصیل آئی ہیں ان پر تفصیلا ایمان لانا۔

الایمان لایزید ولا ینقص:

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت150ھ کے نزدیک ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

وَاِيْمَانُ اَهْلِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَايَزِيْدُ وَلَايَنْقُصُ.

الفقہ الاکبر

ترجمہ: آسمان والوں اور زمین والوں کے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔

سوال:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ قرآن کریم کی آیات کے خلاف ہے اس لئے کہ قرآنی آیات سے ایمان کا بڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

سورۃ آل عمران: آیت173

ترجمہ: جب کچھ لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کہا کہ بے شک کفار نے تمہارے کے خلاف جنگی سامان جمع کیا ہے، لہٰذا تم ان سے ڈرو تو ان کی اس بات نے ان کا ایمان مزید بڑھا دیا، اور کہنے لگے کہ ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ

سورۃ التوبہ: آیت124

ترجمہ: اور جب قرآن کریم کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو بڑھایا؟ سو جو لوگ اہل ایمان ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو بڑھا دیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

جواب نمبر1:

ایک ہے ایمان کی کمیت اور ایک ہے ایمان کی کیفیت۔ ایمان کی کیفیت میں کمی بیشی، اتار چڑھاو ہوتا ہے۔ جبکہ ایمان کی کمیت میں کمی بیشی، اتار چڑھاو نہیں ہوتا۔

جواب نمبر2:

ایک ہے ایمان اجمالی اور ایک ہے ایمان تفصیلی۔ ایمان اجمالی نہ بڑھتا ہے نہ کم ہوتا ہے ہاں البتہ ایمان تفصیلی میں تفصیلات معلوم ہونے کے ساتھ ایمان تفصیلی بڑھتا رہتا ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں:

والآيَاتُ الدالةُ عَلٰى زِيَادَةِ الْاِيْمَانِ مَحْمُوْلَةٌ عَلٰى مَاذَكَرَهُ ابو حنيفةَ رحمه الله تعالى اَنَّهُمْ كَانُوْا اٰمَنُوْا فِى الْجُمْلَةِ ثُمَّ يَاتِيْ فَرْض بَعْدَ فَرْض وَكَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِكُلِّ فَرْض خَاصَّة

شرح العقائد النسفیہ ص309

ترجمہ: قرآن کریم کی جن آیات میں ایمان بڑھنے کا تذکرہ ہے تو ان کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اجمالا ایمان لاتے پھر کوئی حکم فرض ہو جاتا تو وہ اس پر بھی ایمان لے آتے اسی کو ایمان کے بڑھنے سے تعبیر کیا گیا۔

شرائط ایمان:

کسی بھی مکلف کا ایمان تب قبول ہو گا جب ایمان کی شرائط پائی جائیں گی۔ ایمان کی بنیادی دو شرطیں ہیں۔

1: اقرار باللسان: ایمان اصل میں تصدیق قلبی کا نام ہے اقرار باللسان ایمان کی علامت و نشانی ہے اگر کسی انسان سے اقرار باللسان کا مطالبہ کیا جائے اور وہ زبان سے اقرار نہ کرے تو اس کا ایمان معتبر نہ ہو گا۔

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید المعروف ابن الہام رحمہ اللہ ت 861ھ فرماتے ہیں:

اتفق القائلون بعدم اعتبار الاقرار علی ان یعتقد انه متی طولب به اتی به فان طولب به فلم یقر فهو کفر عناد

المسایرۃ شرح المسامرۃ عنوان: الخاتمۃ فی بحث الایمان

ترجمہ: جن متکلمین کے ہاں اقرار باللسان ایمان کے لئے ضروری نہیں وہ سب بھی اس بات پر متفق ہیں کہ جب اقرار باللسان کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اقرار کرے اگر مطالبہ کے باوجود اقرار نہ کیا تو وہ عنادی کافر ہو گا۔

فائدہ:

بعض متکلمین کے نزدیک ایمان دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

1: تصدیق قلبی۔

2: اقرار باللسان۔

جبکہ جمہور متکلمین کے ہاں ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے اقرار باللسان ایمان کا حصہ تو نہیں ہاں البتہ بوقت مطالبہ اقرار باللسان ضروری ہے۔

2: برات عن اہل الباطل: مومن ہونے کے لئے تصدیق قلبی، اقرار باللسان کے ساتھ ساتھ ادیان باطلہ سے اعلان برات بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص دل سے تصدیق بھی کرتا ہے، زبان سے اقرار بھی کرتا ہے لیکن دیگر ادیان کو باطل نہیں سمجھتا تو اس کا ایمان معتبر نہیں۔

علامہ محمد بن علی بن محمد المعروف امام علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ ت 1088ھ فرماتے ہیں:

(وإسلامه أن يتبرأ عن الأديان) سوى الإسلام (أو عما انتقل إليه) بعد نطقه بالشهادتين ... ولو أتى بهما على وجه العادة لم ينفعه ما لم يتبرأ

الدر المختار: باب المرتد

ترجمہ: مرتد کا اسلام تب قبول ہو گا جب وہ کلمہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے علاوہ تمام ادیان سے یا جو دین اس نے اختیار کر رکھا ہے اس سے اعلان برات کرے۔ ادیان باطلہ سے اعلان برات کئے بغیر صرف کلمہ پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

ایمان و اسلام:

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت 150ھ فرماتے ہیں:

وَالْإِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيْمُ وَالِانْقِيَادُ لِأَوَامِرِ اللهِ تَعَالٰى فَمِنْ طَرِيْقِ اللُّغَةِ فَرْقٌ بَيْنَ الْإِسْلَامِ وَالْإِيْمَانِ وَلٰكِنْ لَا يَكُوْنُ إِيْمَانٌ بِلَا إِسْلَامٍ وَلَا يُوْجَدُ إِسْلَامٌ بِلَا إِيْمَانٍ وَهُمَا كَالظَّهْرِ مَعَ الْبَطْنِ

الفقہ الاکبر مع شرحہ ص 174

ترجمہ: اسلام؛ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو تسلیم کرنے اور ان کی اطاعت کرنے کا نام ہے۔ لغوی اعتبار سے تو اسلام اور ایمان میں فرق ہے لیکن ایمان؛ اسلام کے بغیر اور اسلام؛ ایمان کے بغیر نہیں پایا جا سکتا۔ ان کا آپس میں تعلق ایسے ہے جیسے پیٹھ اور پیٹ کا تعلق ہے (کہ ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے)

اسلام اور ایمان میں لغوی فرق:

"اسلام" کا لغوی معنی "تسلیم اور اطاعت کرنا" ہے جبکہ "ایمان" کا لغوی معنیٰ "تصدیق" ہے۔ لغوی اعتبار سے دونوں میں فرق ہے۔ تصدیق کا محل "دل ہے" جس کی ترجمان زبان ہے جبکہ تسلیم اور اطاعت کا مفہوم عام ہے، یہ دل، زبان اور اعضاء و جوارح تینوں سے ممکن ہے۔

اسلام اور ایمان شرعی اعتبار سے ایک:

ایمان اور اسلام میں لغوی اعتبار سے تو فرق ہے لیکن حقیقت میں ایک ہیں۔ کیونکہ "ایمان" کا معنی ہے دل سے ماننا اور "اسلام" کا معنی ہے دل وجان سے سرِ تسلیم خم کرنا۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

معیار ایمان واسلام:

عقائد اور اعمال میں معیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں یعنی عقیدہ اور عمل وہی معتبر ہو گا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین والا ہو گا۔

ایمان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے معیار ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾

(سورۃ البقرۃ:137)

ترجمہ: اگر لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسا ایمان لائیں گے تو ہدایت پائیں گے۔

اور اعمال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے معیار ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾

(سورۃ التوبۃ:100)

ترجمہ: مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہے اور وہ اللہ پاک سے راضی ہیں۔

سوال:

اللہ رب العزت نے ایمان کے قبول ہونے کی شرط یہ لگائی کہ تمہارا ایمان صحابہ کے ایمان جیسا ہو تو میں قبول کروں گا۔ صحابہ کے ایمان جیسا ایمان ہونا ناممکن ہے کیونکہ صحابہ کے ایمان کی کیفیت نبی کی صحبت کی وجہ سے ہے، نہ نبی نے آنا ہے نہ نبی کی صحبت ملنی ہے اور نہ صحابی جیسا ایمان ہونا ہے۔ تو ہمیں اس چیز کا حکم دیا جارہا ہے جس کی ہم میں استطاعت ہی نہیں۔ یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

جواب:

"مثل" کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

1: مثل بالکیفیت (کیفیات اور احوال میں)

2: مثل بالکمیت (مقدار میں)

تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہاری ایمانی کمیت صحابہ کی ایمانی کمیت جیسی ہو، مطلب یہ کہ جن جن چیزوں پر وہ ایمان لائے ہیں ان ان چیزوں پر ایمان لاؤ گے تو کامیابی ہے، اس سے کیفیت ایمان مراد نہیں۔

مثال:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ

سورۃ الطلاق: آیت 12

ترجمہ: اللہ تعالی نے سات آسمان پیدا فرمائے اور سات ہی زمینیں پیدا فرمائیں۔

اس آیت کریمہ میں مثل سے مراد مثل بالکمیت ہے یعنی جس طرح سات آسمان بنائے اسی طرح سات زمینیں بنائی ہیں۔

کفر کا لغوی معنیٰ:

علامہ محمد عبد الروف بن تاج العارفین المناوی رحمہ اللہ ت 1031ھ لکھتے ہیں:

الکفر تغطیۃ ما حقہ الإظہار

التعاریف فصل الفاء

ترجمہ: جس چیز کو ظاہر کرنا چاہئے اسے چھپالینا کفر کہلاتا ہے۔

کفر کا اصطلاحی معنیٰ:

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ التفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ کفر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَلْکُفْرُ عَدَمُ الإیمانِ عَمَّا مِنْ شَأْنِهِ

شرح المقاصد فی علم الکلام ج2 ص267

ترجمہ: جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان پر ایمان نہ لانا کفر ہے۔

کفر کی اقسام:

1: کفر انکار: اسلام کو ظاہراً اور باطناً نہ ماننا جیسے عامۃ الکفار کا کفر۔

2: کفر نفاق: زبان سے اسلام کا اظہار کرنا مگر دل سے انکار کرنا جیسے عبد اللہ بن ابی کا کفر۔

نفاق کی قسمیں:

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

1: نفاق اعتقادی: اسلام کا اظہار کر کے کفر کو چھپانا جیسے عبد اللہ بن ابی وغیرہ کفر کی یہ قسم انتہائی خطرناک ہے اور اس کا اخروی انجام سب سے برا ہے۔

2: نفاق عملی: دل میں ایمان موجود ہو اور زبان سے اس کا اظہار بھی کیا جائے لیکن بعض کام ایسے کئے جائیں جو منافق کی علامتیں ہیں جیسے جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا، فجر اور عشاء کی نماز میں سستی کرنا وغیرہ۔

فائدہ:

احادیث میں منافقین کی کئی علامات بتائی گئی ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

صحیح بخاری باب علامۃ المنافق

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف کرے اور اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

اس جیسی احادیث کا مطلب یہ نہیں کہ انسان جس بندے میں یہ علامات دیکھے تو اس پر نفاق کا فتویٰ لگائے بلکہ حدیث مبارک کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان خود کو ان علامات سے بچانے کی فکر کرے۔

3: کفر ارتداد: اپنی مرضی اور رضامندی سے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جانا جیسے عبد اللہ بن نواحہ کا کفر۔

4: کفر شرک: اللہ کو مان کر اس کی ذات یا مخصوص صفات میں کسی غیر کو شریک کرنا جیسے ابو جہل کا کفر۔

5:کفر کتابی: پہلی کسی آسمانی کتاب کو ماننا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد قرآن کریم کا انکار کرنا جیسے مدینہ منورہ کے اہل کتاب

6:کفر دہری یا کفر معطلی: وجود باری تعالی کا انکار کرنا، زمانہ کو قدیم ماننا۔

7:کفر زندقہ: ایمان کا دعوی کر کے ضروریات دین کا صراحتاً انکار کرنا یا ایسی تاویل کرنا جو امت کے متواتر عقیدہ کے منافی ہو جیسے قادیانیوں کا ختم نبوت میں ظلی بروزی تاویل کرنا۔

8:کفر جحود: دل سے ایمان کی حقانیت سمجھتا ہو مگر زبان سے اقرار نہ کرے جیسے ابلیس۔

فائدہ: ویسے تو ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے لیکن بوقت مطالبہ اقرار باللسان بھی ضروری ہے، اگر کوئی بوقت مطالبہ زبان سے اقرار نہ کرے تو مومن نہ ہو گا۔

9:کفر عناد: دل سے بھی حق سمجھتا ہے زبان سے اقرار بھی کرتا ہے مگر اسے قبول نہیں کرتا جیسے خواجہ ابو طالب۔

ان میں سے پہلی سات اقسام کا تذکرہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ نے جبکہ آخری دو کا اضافہ خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ 1352ھ نے کیا ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ لکھتے ہیں:

قَدْ ظَهَرَ أَنَّ الْكَافِرَ اِسْمٌ لِّمَنْ لَا إِيْمَانَ لَهُ فَإِنْ أَظْهَرَ الْإِيْمَانَ خُصَّ بِإِسْمِ الْمُنَافِقِ وَإِنْ طَرَأَ كُفْرُهُ بَعْدَ الْإِسْلَامِ خُصَّ بِإِسْمِ الْمُرْتَدِّ لِرُجُوْعِهٖ عَنِ الْإِسْلَامِ وَإِنْ قَالَ بِإِلٰهَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ خُصَّ بِإِسْمِ الْمُشْرِكِ لِإِثْبَاتِهِ الشَّرِيْكَ فِي الْأُلُوْهِيَّةِ وَإِنْ كَانَ مُتَدَيِّنًا بِبَعْضِ الْأَدْيَانِ وَالْكُتُبِ الْمَنْسُوخَةِ خُصَّ بِإِسْمِ الْكِتَابِي كَالْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَإِنْ كَانَ يَقُوْلُ بِقِدَمِ الدَّهْرِ وَإِسْنَادِ الْحَوَادِثِ إِلَيْهِ خُصَّ بِإِسْمِ الدَّهْرِيِّ وَإِنْ كَانَ لَا يُثْبِتُ الْبَارِي تَعَالٰى خُصَّ بِإِسْمِ الْمُعَطِّلِ وَإِنْ كَانَ مَعَ اعْتِرَافِهٖ بِنُبُوَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِظْهَارِهٖ شَعَائِرَ الْإِسْلَامِ يُبْطِنُ عَقَائِدَ هِيَ كُفْرٌ بِالْاِتِّفَاقِ خُصَّ بِإِسْمِ الزِّنْدِيْقِ

شرح المقاصد فی علم الکلام ج2 ص269،268

ترجمہ: یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو مومن نہ ہو اسے "کافر" کہتے ہیں۔ اگر دل میں ایمان نہ ہو مگر ایمان کا دعوی کرے تو وہ "منافق" ہے۔ اگر ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے تو اسے "مرتد" کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اسلام سے پھر گیا ہے، اور اگر کئی معبودوں کی عبادت کا قائل ہو تو اسے "مشرک" کہا جائے گا اس لئے کہ وہ الوہیت میں شرکت کا قائل ہے، اگر کوئی شخص پہلی آسمانی کتابوں میں سے کسی کتاب یا گزشتہ ادیان میں سے کسی دین کا پابند ہو جیسے یہود و نصاری تو اسے "کتابی" کہا جاتا ہے، اگر کسی کا نظریہ ہو کہ عالم قدیم ہے اور وہ حوادثات کو زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہو تو اسے "دہریہ" کہتے ہیں، اگر کوئی شخص وجود باری تعالی کا قائل ہی نہ ہو تو اسے "معطلی" کہا جاتا ہے، اگر کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قائل ہو اور ظاہری طور پر اسلامی شعائر {نماز، روزہ وغیرہ} کا پابند ہو مگر دل میں ایسے نظریات رکھتا ہو جو بالاتفاق کفریہ ہیں تو اسے "زندیق" کہتے ہیں۔

خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ 1352ھ لکھتے ہیں:

وَاَمَّا كُفْرُ الْجُحُوْدِ فَهُوَ اَنْ يَعْرِفَ الْحَقَّ بِقَلْبِهٖ وَلَا يُقِرَّ بِلِسَانِهٖ كَكُفْرِ اِبْلِيْسَ وَهُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ يَعْنِيْ كُفْرَ الْجُحُوْدِ ۔وَاَمَّا كُفْرُ الْمُعَانَدَةِ فَهُوَ اَنْ يَعْرِفَ بِقَلْبِهٖ وَيُقِرَّ بِلِسَانِهٖ وَلَا يَقْبَلَ وَلَا يَتَدَيَّنَ بِهٖ كَكُفْرِ اَبِيْ طَالِبٍ

فیض الباری علی صحیح البخاری کتاب الایمان، اقسام الکفر ج1 ص71

ترجمہ: کفر جحود دل سے حق کو پہچانتا ہو لیکن زبان سے اس کا اقرار نہ کرتا ہوں جیسے ابلیس کا کفر اور یہود کے بارے اللہ پاک نے فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس وہ حق لیکر آئے جسے وہ پہچانتے تھے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ کفر عناد دل سے بھی حق سمجھتا ہوں زبان سے اقرار بھی کرتا ہوں لیکن اسے قبول نہ کرے جیسے ابو طالب۔

فائدہ:

کفر کی تمام اقسام اگرچہ آج موجود ہیں لیکن ہم کسی شخص کو کفر نفاق کی بنیاد پر منافق نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ کفر نفاق میں زبان سے اسلام کا اظہار اور دل میں کفر ہوتا ہے جسے معلوم کرنے کا واحد ذریعہ وحی الٰہی ہے اس لئے کفر نفاق دور نبوت کے ساتھ مختص ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ ت1396ھ فرماتے ہیں:

کیا کفر و نفاق عہد نبوی کے ساتھ مخصوص تھا یا اب بھی موجود ہیں؟ اس معاملہ میں صحیح یہ ہے کہ منافق کے نفاق کو پہچاننا اور اس کو منافق قرار دینا دو طریقوں سے ہوتا تھا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بذریعہ وحی بتلا دیا کہ فلاں شخص دل سے مسلمان نہیں منافق ہے دوسرے یہ کہ اس کے کسی قول و فعل سے کسی عقیدہ اسلام کے خلاف کوئی بات یا اسلام کی مخالفت کا کوئی عمل ظاہر اور ثابت ہو جائے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے بعد انقطاع وحی کے سبب ان کے پہچاننے کی پہلی صورت تو باقی نہ رہی مگر دوسری صورت اب بھی موجود ہے جس شخص کے کسی قول و فعل سے اسلامی قطعی عقائد کی مخالفت یا ان پر استہزاء یا تحریف ثابت ہو جائے مگر وہ اپنے ایمان و اسلام کا مدعی بنے تو وہ منافق سمجھا جائے گا ایسے منافق کا نام قرآن کریم کی اصطلاح میں ملحد ہے، الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا (۴۱:۴۰) اور حدیث میں اس کو زندیق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے مگر چونکہ اس کا کفر دلیل سے ثابت اور واضح ہو گیا اس لئے اس کا حکم سب کفار جیسا ہو گیا الگ کوئی حکم اس کا نہیں ہے اسی لئے علماء امت نے فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد منافقین کا قضیہ ختم ہو گیا اب جو مومن نہیں وہ کافر کہلائے گا۔

تفسیر معارف القرآن سورۃ البقرہ: آیت 13

فتوی تکفیر میں احتیاط:

کسی کے بارے میں کفر کا فتوی دینا ایک نازک مرحلہ ہے جس میں اعتدال کی بے حد ضرورت ہے۔

قاضی ابو الفضل عیاض بن موسی بن عیاض مالکی رحمہ اللہ ت544ھ نقل کرتے ہیں "لأَنَّ إِدْخَالَ كَافر فِي الْمِلَّةِ وَإِخْرَاجَ مسلم عَنْهَا عَظِيْم فِي الدِّيْنِ"

الشفا بتعریف حقوق المصطفی فصل في تحقيق القول في إكفار المتأولين

ترجمہ: کسی کے ایمان یا کفر کا فرفتوی دینا بہت نازک مسئلہ ہے۔

اس لئے کہ کسی پر کفر کا فتوی لگانے کا مطلب اسے سلام کرنا ناجائز، قلبی تعلق رکھنا ناجائز، نکاح ناجائز، اگر فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھنا، دعائے مغفرت کرنا ناجائز اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ناجائز ہے اس لئے اس میں مکمل احتیاط کی ضرورت ہے۔

عدم تکفیر کے اسباب:

اس بارے میں چند امور پیش نظر رہنے چاہئے۔

1: احتمال:

اگر کوئی مومن ایسا جملہ یا کلمہ کہدے جس میں کئی احتمال ہوں ان میں اکثر کفریہ اور کوئی ایک ایمان کا ہو تو اس کے بارے اچھا گمان رکھتے ہوئے اس کے قول میں تاویل کر کے اسے کفر سے بچانے کی کوشش کی جائے گی۔

امام زین العابدین ابن نجیم المصری الحنفی ت970ھ فرماتے ہیں:

"وَفِيْ الْخُلَاصَةِ وَغَيْرِهَا إِذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ وُجُوْهٌ تُوْجِبُ التَّكْفِيْرَ وَوَجْهٌ وَاحِدٌ يَمْنَعُ التَّكْفِيْرَ فَعَلَى الْمُفْتِيْ أَنْ يَّمِيْلَ إِلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ يَمْنَعُ التَّكْفِيْرَ تَحْسِيْناً لِلظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ زَادَ فِي الْبَزَازِيَّةِ إِلَّا إِذَا صَرَّحَ بِإِرَادَةِ مُوْجِبِ الْكُفْرِ فَلَا يَنْفَعُهُ التَّأْوِيْلُ حِيْنَئِذٍ"

البحر الرائق باب احکام المرتدین

ترجمہ: خلاصۃ الفتاویٰ اور دیگر کتب میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی احتمال کفر کے اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو مفتی کو چاہئے ایمان والے احتمال کو لے (کفر کا فتویٰ نہ دے) اس لئے کہ مسلمان کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے۔ بزازیہ میں یہ اضافہ ہے کہ اگر قائل خود ہی کفر والے احتمال کو متعین کر دے تو پھر کسی کی تاویل اسے کفر سے نہیں بچا سکتی۔

مثال:

امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی ت 942ھ امام اعظم ابو حنیفہ ت 150ھ کے بارے لکھتے ہیں:

انّ رجلاً قصد أبا حنيفة فقال ما تقول في رجل لا يرجو الجنة، ولا يخاف من النار، ولا يخاف الله تعالى، ويأكل الميتة، ويصلي بلا ركوع ولا سجود، ويشهد بما لا يرىٰ، ويبغض الحق، ويحبّ الفتنة، ويفرّ من الرحمة، ويصدق اليهود والنصارى؟

فقال له أبو حنيفة: وكان يعرفه شديد البغض له يا فلان سألتني عن هذه، ولك بها علم؟ قال الرجل: لا ولكن لم أجد شيئاً هو أشنع من هذا فسألتك عنه فقال أبو حنيفة لأصحابه: ما تقولون في هذا الرجل؟ قالوا: شر رجل، هذه صفات كافر فتبسم أبو حنيفة، وقال: لأصحابه هو من أولياء الله تعالى حقاً، ثم قال للرجل: إن أنا أخبرتك أنه من أولياء الله حقاً تكف عني شر لسانك، ولا تملي على الحفظة ما يضرك؟ قال: نعم، فقال: أما قولك: إنه لا يرجو الجنة ولا يخاف من النار، فإنه يرجو رب الجنة ويخاف رب النار، وقولك: لا يخاف الله، فإنه لا يخاف الله تعالىٰ ان يجور عليه.. قال الله تبارك وتعالىٰ: " وما ربك بظلام للعبيد"

وقولك: يأكل الميتة، فهو اكل السمك، وقولك: يصلي بلا ركوع ولا سجود، اراد صلوٰة الجنازة وفي رواية اراد الصلوٰة على النبي ﷺ وقولك: يشهد بما لم يره، فهو شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله، وقولك: يبغض الحق، فهو يحب البقاء حتى يطيع الله تعالىٰ يبغض الموت وهو الحق، قال الله تعالى: " وجاءت سكرة الموت بالحق " وقولك يحب الفتنة، أراد أنه يحب المال والولد قال الله تعالى: " إنما أموالكم وأولادكم فتنة " وقولك: يفرّ من الرحمة، أراد أن يفرّ من المطر. وقولك: يصدق اليهود والنصارى، أراد قوله تعالى: " وقالت اليهود ليست النصارى على شيء، وقالت النصارى ليست اليهود على شيء " فقام الرجل وقبّل رأسه وقال: اشهد انك على الحق

عقود الجمان في مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان ص:246

ترجمہ: ایک شخص جو امام صاحب سے بغض رکھتا تھا، آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک شخص خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے مگر نہ تو جنت کی خواہش رکھتا ہے اور نہ ہی جہنم سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، مردہ کھاتا ہے، بغیر رکوع اور سجدے کے نماز پڑھتا ہے، اس چیز کی گواہی دیتا ہے جسے اس نے دیکھا بھی نہیں، حق بات کو پسند نہیں کرتا، فتنہ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے اور یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے۔ تو ایسے آدمی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو علم تھا کہ یہ شخص مجھ سے بہت زیادہ بغض رکھتا ہے آپ نے اس آدمی سے کہا: اے فلاں آدمی تو نے مجھ سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھا ہے حالانکہ تجھے اس کا علم بھی ہے۔ تو وہ آدمی کہنے لگا نہیں مجھے اس کا علم نہیں ہے، میرے خیال میں تو اس سے کوئی آدمی زیادہ برا نہیں ہو گا مزید تسلی کے لئے میں آپ سے سوال کر رہا ہوں۔

امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے پوچھا، اس شخص کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟ سب نے کہا: جس شخص میں یہ باتیں موجود ہوں وہ تو بہت ہی برا انسان ہے، یہ تو کافر کی صفات ہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے نزدیک وہ شخص اللہ کا ولی ہے۔

پھر امام صاحب نے اس سائل کو کہا اگر میں تیرے سامنے یہ بات ثابت کر دوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہے تو کیا تو اپنی زبان کو مجھے تکلیف پہنچانے سے روک لے گا اور تو اپنا نامہ اعمال ان چیزں سے نہیں بھرے گا جو تجھے نقصان پہنچاتی ہیں؟ اس نے کہا جی بالکل۔

تو امام صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: تمہارا یہ کہنا کہ جنت کی خواہش نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا اس کا مطلب ہے کہ یہ شخص جنت کی بجائے

جنت کے مالک کو چاہتا ہے اور جہنم سے ڈرنے کی بجائے جہنم کے مالک سے ڈرتا ہے۔

اور تیرا قول کہ وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس بات کا خوف نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ظلم کرے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

تمہارا یہ کہنا کہ مردار کھاتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ مچھلی کھاتا ہے جسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔

تمہارا یہ کہنا کہ بغیر رکوع اور سجدہ کے نماز پڑھتا ہے اس کا مطلب ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھتا ہے کہ اس میں رکوع اور سجدہ نہیں۔ اور ایک روایت یہ کہ وہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتا ہے۔

تمہارا یہ کہنا کہ بغیر دیکھے گواہی دیتا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔

تمہارا یہ کہنا کہ حق کو مبغوض رکھتا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ شخص زندگی کو پسند کرتا ہے؛ تاکہ زیادہ سے زیدہ اللہ کی عبادت کر سکے اور موت کو ناپسند کرتا ہے جبکہ موت حق ہے۔

تمہارا یہ کہنا کہ فتنہ کو پسند کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مال اور اولاد سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا" **اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ**"

تمہارا یہ کہنا کہ رحمت سے بھاگتا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ بارش سے بھاگتا ہے کیونکہ بارش اللہ کی رحمت ہے۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے وہ یہود کے اس قول **لیست النصاری علی شیء** اور نصاری کے قول **لیست الیہود علی شیء** کی تصدیق کرتا ہے، جو کہ عین ایمان ہے، یہ سن کر وہ آدمی کھڑا ہوا اور امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے حق فرمایا۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اس طرح کی عبارات سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر ہوں اور ایک وجہ ایمان کی ہو تو بھی اس کو مسلمان سمجھا جائے گا حالانکہ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ کسی شخص میں ننانوے وجوہ ایمان کی ہوں اور ایک ایسا جملہ ہو جس میں ننانوے احتمال کفر کے ایک ایمان کا ہو تو اسے کافر نہ کہا جائے بلکہ ایمان والے احتمال کو ترجیح دی جائے گی۔

حکیم الامت مولنا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقہاء نے جو فرمایا ہے کہ اگر ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو تکفیر جائز نہیں۔ اگر اس کا وہ مطلب ہو جو نیچری وغیرہ سمجھتے ہیں تو دنیا میں کوئی کافر ہی نہ ہو گا کیوں کہ ہر کافر میں کوئی نہ کوئی تو وجہ اسلام کی پائی جاتی ہے مثلا کوئی عقیدہ توحید کا، قیامت کا یا کوئی عمل یا کچھ اخلاق سخاوت، مروت رحم وغیرہ تو کیا اس سے اسلام کا حکم کیا جاوے گا؟ سو فقہاء کی یہ مراد نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی قول یا فعل میں کفر کے تو ننانوے محل محتمل ہوں اور ایک تاویل اسلام کی محتمل ہو تو اس تاویل پر حکم کریں گے۔

کلمۃ الحق: ص192، ملفوظات حکیم الامت

سوال 498: مشہور ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو اس پر کفر کا فتویٰ دینا نہ چاہئے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے کلمات کو کفر کیلئے وضع کیا ہے تو پھر کلمات کفر کو کفر کیلئے وضع کرنے سے کیا فائدہ؟ اگر محض زجر مقصود ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ فی زمانا بڑے بڑے عالم بعض لوگوں کو ذرا ذرا سی بات پر بلکہ حقیقت میں کلماتِ کفر کے ارتکاب پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں، اس فتویٰ کو کس پر محمول کرنا چاہئے؟

جواب: اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ننانوے باتیں کفر کی موجب پائی جاویں تب بھی فتویٰ نہ دیں گے، ننانوے تو بہت ہوتی ہیں اگر ایک امر بھی موجب کفر یقینی پایا جائے تب بھی فتویٰ دیدیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خود اس امر میں بہت سے احتمال ہیں بعض احتمالات پر تو وہ موجب کفر ہے اور وہ احتمالات ننانوے ہیں، اور بعض احتمال پر وہ موجب کفر نہیں اور وہ ایک ہے تو اس صورت میں اس امر کو محمول اسی احتمال پر کریں گے جو موجب کفر نہیں اور تکفیر سے احتیاط

کریں گے۔

امداد الفتاویٰ ج4 ص393

2: سبقت لسانی:

اگر کسی انسان کی زبان اس کے کنٹرول میں نہ ہو اور غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے کفریہ کلمہ نکل جائے تو وہ کافر نہ ہو گا۔

امام فخر الدین حسن بن منصور المعروف قاضی خان رحمہ اللہ ت 592ھ لکھتے ہیں:

وَاَمَّا الْخَاطِئُ إِذَا جرَى على لِسَانِهِ كَلِمَةُ الْكُفْرِ خَطَأً بِأَنْ كان اراد أَنْ يَتَكَلَّمَ بِمَا ليس بِكُفْرٍ فَجَرَى على لِسَانِهِ كَلِمَةُ الْكُفْرِ خَطَأً لم يَكُنْ ذلك كُفْرًا عِنْدَ الْكُلِّ

فتاوی قاضی خان ج4 ص469 مکتبہ حقانیہ پشاور

ترجمہ: اگر کسی شخص کی زبان سے غلطی سے کفریہ کلمہ نکل جائے کہ وہ ایسی بات کہنا چاہتا ہے جو کفریہ نہیں لیکن غلطی سے اس کی زبان سے کفریہ کلمہ نکل جاتا ہے تو بالاتفاق وہ کافر نہیں ہو گا۔

مثال 1:

عَنْ اَنَس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلىَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لله أَشَدُّ فَرَحاً بِتوبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يتوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بأَرضِ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فأَيِس مِنْهَا. فَأَتى شَجَرَةً فاضطَجَعَ فى ظِلِّهَا وقد أيِس مِنْ رَاحلَتِهِ. فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ هُوَ بِها قائِمَةً عِندَهُ، فَأَخَذَ بِخِطامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الفَرَحِ: اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبدِى وأنا رَبُّكَ! أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الفَرَحِ

صحیح مسلم باب في الحض على التوبة والفرح بها

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتے ہیں جو ایک غیر آباد صحرا میں اپنی سواری پر سفر کر رہا ہو اس کا کھانا، پینا۔ ساز و سامان اسی وساری پر ہو اور وہ سواری گم ہو جائے۔ وہ انسان اس کی واپسی سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے میں لیٹ جائے۔ وہ اسی مایوسی کے عالم میں اچانک دیکھتا ہے کہ وہ اونٹنی اس کے پاس کھڑی ہے، وہ اسے نکیل کی رسی سے پکڑ کر بے حد خوشی میں کہتا ہے اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ وہ بندہ خوشی کی شدت کی وجہ سے غلطی کر گیا۔

مثال 2:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ایک مرید کہتے ہیں:

میں سو گیا کچھ دیر بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں۔ لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوتا ہے کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے تھا اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے محمد رسول اللہ کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم بھی ہے کہ اس طرح درست نہیں ہے لیکن بے اختیار زبان سے یہی نکل جاتا ہے. دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور علیہ السلام کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں ہے اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا

لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا لیکن حالت بیداری میں جب کلمہ شریف کی غلطی پر خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیاجاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہوجاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اورپھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی .حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا۔

(الامداد:ص:35،ماہِ صفر1334ھ)

3:اکراہ:

اگر کسی بندے کو کفریہ کلمہ کہنے پر مجبور کیاجائے کہ فلاں کلمہ کہو ورنہ جان سے ماردیں گے اور وہ کفریہ کلمہ کہدے تو کافر نہیں ہو گا۔

وَإِنْ أُكْرِهَ على الْكُفْرِ بِاَللَّهِ تَعَالَى أو سَبِّ النبی صلی اللہُ علیہ وسلم بِقَتْلٍ أو قَطْعٍ رُخِّصَ له إظْهَارُ كَلِمَةِ الْكُفْرِ وَالسَّبِّ فَإِنْ أَظْهَرَ ذلك وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ فَلَا يَأْثَمُ وَإِنْ صَبَرَ حتى قُتِلَ كان مُثَابًا

الفتاوی الھندیہ ج5ص38 کتاب الاکراہ الباب الثانی

ترجمہ:اگر کسی بندے کو قتل کی یا کسی عضو کے کاٹنے کی دھمکی دیکر اللہ تعالی کی ذات کے انکار یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے پر مجبور کیا گیاتو اس کے لئے کفریہ کلمہ کہنے کی اجازت ہے چنانچہ اگر اس نے زبان سے کفریہ کلمہ کہدیا مگر دل میں تصدیق موجود ہے تو گناہ گار و کافر نہ ہو گا اور اگر اس شخص نے کفریہ کلمہ کہنے سے انکار کر دیا اور دھمکی دینے والے نے اسے قتل کر دیا تو مقتول ماجور ہو گا۔

مثال:

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ:أَخَذَ الْمُشْرِكُونَ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ فَلَمْ يَتْرُكُوهُ حَتَّى سَبَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَذَكَرَ آلِهَتَهُمْ بِخَيْرٍ ثُمَّ تَرَكُوهُ فَلَمَّا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا وَرَاءَكَ؟ قَالَ:شَرٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تُرِكْتُ حَتَّى نِلْتُ مِنْكَ وَذَكَرْتُ آلِهَتَهُمْ بِخَيْرٍ قَالَ كَيْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ؟قَالَ:مُطْمَئِنًّا بِالإِيمَانِ قَالَ إِنْ عَادُوا فَعُدْ

السنن الکبری بیھقی باب الْمُكْرَهِ عَلَى الرِّدَّةِ

ترجمہ:حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے پکڑلیا اور اس شرط پر چھوڑنے کا وعدہ کیا کہ عمار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات کہے اور مشرکین کے معبودوں کی تعریف کرے آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا جس پر مشرکین نے ان کو چھوڑ دیا۔آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ہوا؟حضرت عمار نے عرض کیا یارسول اللہ بہت برا واقعہ پیش آیا مشرکین مجھے نہیں چھوڑ رہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ کہتا اور ان کے معبودوں کا اچھے الفاظ سے ذکر کرتا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس وقت تمہارے دل کی کیا کیفیت تھی؟حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میرا دل ایمان پر مطمئن تھا،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ آئندہ بھی اس طرح کا مطالبہ کریں تو تم بھی اس طرح کے جملے کہدینا۔

4:دینی ضرورت:

اگر کسی شخص کے دل میں ایمان موجود ہو اور وہ کسی دینی ضرورت کی وجہ سے زبان سے کفریہ کلمہ کہدے تو وہ کافر نہیں ہو گا۔

تنقیحات متکلم اسلام

مثال:

عن جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَامَ مُحَمَّدُ

بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ قَالَ وَأَيْضًا وَاللَّهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ إِنَّا قَدْ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ شَأْنُهُ وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ ... فقال ارْهَنُونِي قَالُوا أَيَّ شَيْءٍ تُرِيدُ قَالَ ارْهَنُونِي نِسَاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَجَاءَهُ لَيْلًا وَمَعَهُ أَبُو نَائِلَةَ وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنْ الرَّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْحِصْنِ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ أَيْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَ إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيعِي أَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَأَجَابَ قَالَ وَيُدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ ....فَقَالَ إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعَرِهِ فَأَشَمُّهُ فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ وَقَالَ مَرَّةً ثُمَّ أُشِمُّكُمْ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيحُ الطِّيبِ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا أَيْ أَطْيَبَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَ عِنْدِي أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ عَمْرٌو فَقَالَ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشَمَّ رَأْسَكَ قَالَ نَعَمْ فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ ثُمَّ قَالَ أَتَأْذَنُ لِي قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ دُونَكُمْ فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ

صحیح بخاری باب قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کعب بن اشرف اللہ اور اس کے رسول کو بہت تکلیف دے رہا ہے اس بد بخت کا کام کون تمام کرے گا؟۔" اس پر محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ اسے قتل کرانا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جی ہاں" حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا، پھر آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس سے کچھ باتیں کہوں آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ اب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا دیا ہے۔ اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب نے کہا ابھی تم آگے دیکھنا، بخدا تم بالکل اکتا جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا چونکہ ہم نے ان کا کلمہ پڑھ لیا اس لیے جب تک ان کا واضح انجام سامنے نہ آجائے انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔ فی الحال میں تم سے ایک وسق یا دو وسق غلہ قرض لینے آیا ہوں۔ کعب بن اشرف نے کہا میرے پاس کچھ گروی رکھ دو پھر قرض لے جاو۔ محمد بن مسلمہ نے پوچھا کیا چیز گروی رکھیں؟ کعب نے کہا، اپنی عورتوں کو رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم عرب کے بہت خوبصورت مرد ہو۔ ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔ اس نے کہا، پھر اپنے بچوں کو گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم بچوں کو کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔ کل ہمارے بچوں کو عار دلائی جائے گی کہ ایک یا دو وسق غلے پر انہیں رہن رکھ دیا گیا تھا یہ تو غیرت کے خلاف بات ہے۔ البتہ ہم تمہارے پاس اپنے ہتھیار گروی رکھ سکتے ہیں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور رات کے وقت اس کے یہاں آئے۔ ان کے ساتھ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی ابو نائلہ بھی موجود تھے۔ قلعہ کے پاس جا کر انہوں نے کعب کو آواز دی۔ وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کہ اتنی رات گئے کہاں باہر جا رہے ہو؟ اس نے کہا، وہ تو محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابو نائلہ ہے۔ بعض راویوں کے بیان کے مطابق کعب کی بیوی نے اس سے کہا تھا کہ مجھے تو یہ آواز ایسی لگتی ہے جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہو۔ کعب نے جواب دیا کہ میرے بھائی محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابو نائلہ ہیں۔ شریف آدمی کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے۔ جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اندر گئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔ جنہیں محمد بن مسلمہ نے سمجھا دیا تھا کہ جب کعب آئے تو میں اس کے سر کے بال پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب تمہیں اندازہ ہو جائے کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ چنانچہ کعب بن اشرف چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا، اس کے جسم سے بہت زیادہ خوشبو آرہی تھی۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اس سے اچھی خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ عمرو کے علاوہ دوسرے راوی کا بیان ہے کہ اس پر کعب نے کہا، میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے کہا کیا میں تمہارے سر کو سونگھ سکتا ہوں؟ اس نے اجازت دے دی۔ پہلے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر سونگھا

اور ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا دوبارہ سر سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے اس مرتبہ بھی اجازت دے دی۔ جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے پوری طرح اپنے قابو میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی۔

5:لزوم کفر:

اگر کوئی شخص ایسی بات کہے جو موجب کفر نہ ہو لیکن اس سے کفر لازم آرہا ہو تو محض لزوم کفر سے قائل کافر نہ ہوگا جب تک وہ کفر کا التزام نہ کرے ہاں اگر لزوم کفر یقینی اور بالکل واضح ہو تو پھر یہ بھی کفر ہوگا۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد بن عبد الرحیم المعروف امام ابن عابدین شامی رحمہ اللہ ت 1252ھ فرماتے ہیں:

وإن وقع إلزاما فی المباحث معناہ وإن وقع التصریح بکفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فی رد مذهبهم بأنه کفر أی یلزم من قولهم بکذا الکفر ولا یقتضی ذلك کفرهم لأن لازم المذهب لیس بمذهب

حاشیہ ابن عابدین ج3 ص46

ترجمہ: معتزلہ کے ساتھ بحث کے دوران بعض مباحث میں اگر الزاما تکفیر کی بھی گئی ہے تو اس کا معنی یہ کہ ان کے موقف ودعوی سے کفر لازم آرہا ہے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ کافر ہوگئے ہیں اس لئے کہ کسی نظریہ سے لازم آنے والی چیز اصل نظریہ نہیں ہوتی۔

مثال:

عن معمر .. قال لما قتل علی رضی اللہ عنه الحروریة قالوا من هؤلاء یا أمیر المؤمنین أکفار هم قال من الکفر فروا قیل فمنافقین قال إن المنافقین لا یذکرون اللہ إلا قلیلا وهؤلاء یذکرون اللہ کثیرا قیل فما هم قال قوم أصابتهم فتنة فعموا فیها وصموا

مصنف عبد الرزاق باب ما جاء فی الحروریة

ترجمہ: حضرت معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ خوارج سے جنگ کر رہے تھے تو لوگوں نے پوچھا امیر المومنین کیا یہ خوارج کافر ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کفر سے تو نکل کر آئے ہیں۔ لوگوں نے سوال کیا تو کیا یہ لوگ منافق ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا منافق بہت تھوڑا ذکر کرتے ہیں اور یہ تو بہت ذکر کرتے ہیں۔ لوگوں نے سوال کیا پھر یہ لوگ کون ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ فتنہ میں مبتلا ہو کر بہرے اور اندھے ہو چکے ہیں۔

فائدہ:

کوفہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک "حروراء" نامی بستی سے خوارج نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی اس لئے خوارج کو حروریہ بھی کہا جاتا ہے۔

6:ارتکاب کبیرہ:

اگر کوئی مسلمان حالت ایمان میں کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اس کی وجہ سے اس پر کفر کا فتوی نہیں لگے گا۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

وَلَا نُکَفِّرُ مُسْلِمًا بِذَنْبٍ مِنَ الذُّنُوْبِ وَإِنْ کَانَتْ کَبِیْرَةً إِذَا لَمْ یَسْتَحِلَّهَا وَلَا نُزِیْلُ عَنْهُ اسْمَ الْإِیْمَانِ وَنُسَمِّیْهِ مُؤْمِنًا حَقِیْقَةً وَیَجُوْزُ أَنْ یَّکُوْنَ مُؤْمِنًا فَاسِقًا غَیْرَ کَافِرٍ

(الفقہ الاکبر: ص)

ترجمہ: ہم کسی مسلمان کو گناہ کرنے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے۔ ہم اس سے "ایمان" کا

لفظ ختم نہیں کر سکتے بلکہ اسے حقیقی مؤمن ہی کہیں گے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ ایک شخص مؤمن ہو اور فاسق ہو لیکن کافر نہ ہو۔

امام ابو عبید قاسم بن سلام ہروی رحمہ اللہ ت224ھ فرماتے ہیں:

ان المعاصی والذنوب لا تزیل إیمانا ولا توجب کفرا ولکنها إنما تنفی من الإیمان حقیقته وإخلاصه

الایمان للقاسم بن سلام ص33 باب الخروج من الإیمان بالمعاصی

ترجمہ: گناہ ایمان کو ختم نہیں کرتے اور نہ ہی گناہ کی وجہ سے انسان کافر ہوتا ہے ہاں البتہ ایمان کامل اور اخلاص میں کمی ہو جاتی ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں:

واختلف أهل الإسلام فيمن ارتكب الكبيرة من المؤمنين ومات قبل التوبة فالمذهب عندنا عدم القطع بالعفو ولا بالعقاب بل كلاهما في مشيئة الله تعالى لكن على تقدير التعذيب نقطع بأنه لا يخلد في النار بل يخرج البتة لا بطريق الوجوب على الله تعالى بل بمقتضى ما سبق من الوعد وثبت بالدليل كتخليد أهل الجنة.

(شرح المقاصد فی علم الکلام للتفتازانی: ج2ص229)

ترجمہ: اہل اسلام کا مرتکب کبیرہ مومن کے بارے میں اختلاف ہے جو توبہ کرنے سے پہلے فوت ہو جائے۔ ہمارا (اہل السنۃ والجماعۃ) کا موقف یہ ہے کہ ہم صاحبِ کبیرہ کے لیے قطعی طور پر معافی کے قائل ہیں نہ سزا پانے کے بلکہ معافی اور سزا کو اللہ کی مشیت کے سپرد کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اگر مرتکبِ کبیرہ کو سزا ہوئی تو یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں جائے گا بلکہ سزا پانے کے بعد جہنم سے ضرور نکلے گا۔ ہاں جہنم سے نکالنا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کی وجہ سے ہے (کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو جنت میں ضرور داخل کرے گا) اور اس دلیل کی بناء پر ہے (کہ اہل ایمان ہمیشہ جہنم میں نہیں جائیں گے) جس طرح اہل جنت کا جنت میں ہمیشہ رہنا دلیل کی بنا پر ہے۔

فائدہ: مرتکب کبیرہ کے مومن ہونے پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلیل نمبر 1:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى

سورۃ البقرہ: آیت 178

ترجمہ: اے ایمان والو! مقتولین کے بارے میں تم پر قصاص فرض کیا گیا۔

استدلال:

مولنا عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ ت1239ھ فرماتے ہیں:

ووجه الاستدلال ان القاتل الذی کتب علیه القصاص هو قاتل نفس بغیر حق فیکون صاحب کبیرة ومع ذالك خوطب بالایمان

النبراس شرح شرح العقائد ص227

ترجمہ: وجہ استدلال یہ ہے کہ جس قاتل پر قصاص واجب ہے یہ وہ ہے جس نے ناحق کر کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے اس کے باوجود اسے مومن کہا گیا ہے۔

دلیل نمبر 2:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا

سورۃ الحجرات: آیت 9

ترجمہ: اگر اہل ایمان کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔

استدلال:

مولنا عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ ت1239ھ فرماتے ہیں:

ووجه الاستدلال ان القتال مع المومنين ظلما معصية وقد سمى كلا من الفريقين مومنين

النبراس شرح شرح العقائد ص228

ترجمہ: استدلال یہ ہے کہ ظلماً اہل ایمان کے ساتھ لڑنا گناہ ہے اس کے باوجود اللہ پاک نے لڑنے والوں کو مومن کہا ہے۔

دلیل نمبر 3:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا

سورۃ التحریم: آیت 8

ترجمہ: اے ایمان والو؛ اللہ پاک کی بارگاہ میں سچی توبہ کرو۔

استدلال:

مولنا عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ ت1239ھ فرماتے ہیں:

التوبة فى اللغة الرجوع وفى الشرع الرجوع من المعصية الى الطاعة وهذا هو ماخذ الاستدلال

النبراس شرح شرح العقائد ص227

ترجمہ: توبہ کا لغوی معنی ہے رجوع کرنا اور اصطلاح شریعت میں گناہ سے نیکی کی طرف لوٹنے کو توبہ کہتے ہیں یہاں استدلال اسی شرعی معنی سے ہے۔
یعنی گناہ صغیرہ تو نیک اعمال سے معاف ہوتے رہتے ہیں جبکہ گناہ کبیرہ کی معافی کے لئے توبہ شرط ہے، اس آیت کریمہ میں مرتکبین کبیرہ کو توبہ کا حکم ہے اور ان کو ایمان کے ساتھ خطاب بھی فرمایا ہے معلوم ہوا مرتکب کبیرہ مومن رہتا ہے۔

دلیل نمبر 4:

عن ابی ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدْ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ.

(صحیح البخاری: رقم الحدیث5827)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ایک سفید کپڑا تھا اور آپ آرام فرمارہے تھے۔ (اس وقت میں واپس چلا آیا لیکن پھر) میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیدار ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا (یعنی اللہ کی وحدانیت کا سچے دل سے اقرار کیا) اور پھر وہ اسی حالت میں وہ فوت ہوا تو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ میں نے عرض کیا کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے تب بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے! میں نے دوبارہ عرض کیا کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے تب بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ہاں! چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے! میں نے تیسری بار عرض کیا کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے تب بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے! اگرچہ ابوذر ناک رگڑتا رہے {تب بھی وہ جنت میں جائیں گے}۔

دلیل نمبر 5:

مرتکب کبیرہ کے مومن ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ فرماتے ہیں۔

اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ مِنْ عَصْرِ النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم اِلیٰ یَوْمِنَا هٰذَا بِالصَّلٰوةِ عَلیٰ مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ مِنْ غَیْرِ تَوْبَةٍ وَالدُّعَاءِ وَالْاِسْتِغْفَارِ لَهُمْ مَعَ الْعِلْمِ بِارْتِكَابِهِمُ الْكَبَائِرَ بَعْدَ الْاِتِّفَاقِ عَلیٰ اَنَّ ذٰالِكَ لَا یَجُوْزُ لِغَیْرِ الْمُؤْمِنِ

شرح العقائد النسفیہ ص281

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک سے لیکر آج تک امت اس بات پر متفق چلی آرہی ہے کہ جو اہل قبلہ {مسلمان} بغیر توبہ کے فوت ہوجائے اور لوگوں کو معلوم بھی ہو کہ وہ مرتکب کبیرہ تھا تب بھی اس کا جنازہ ادا کرنا اور اس کے حق میں دعا اور استغفار کرنا جائز ہے۔ اور اس بات پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ غیر مسلم کا نماز جنازہ ادا کرنا اور اس کی بخشش کی دعا کرنا درست نہیں۔

اشکال:

بعض نصوص سے مرتکب کبیرہ کا کافر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر

المعجم الاوسط طبرانی رقم الحدیث3348

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑدی اس نے کفر کیا۔

جواب1:

جن نصوص میں ارتکاب کبیرہ کو کفر سے تعبیر کیا گیا ان سے مراد ایمان کامل کی نفی ہے کہ گناہ کے ارتکاب سے ثمرات وبرکات کم ہوجاتی ہیں۔

امام ابوعبید قاسم بن سلام ہروی رحمہ اللہ ت224ھ فرماتے ہیں:

ان المعاصي والذنوب لا تزيل إيمانا ولا توجب كفرا ولكنها إنما تنفي من الإيمان حقيقته وإخلاصه

الایمان للقاسم بن سلام ص33 باب الخروج من الإیمان بالمعاصی

ترجمہ: گناہ ایمان کو ختم نہیں کرتے اور نہ ہی گناہ کی وجہ سے انسان کافر ہوتا ہے ہاں البتہ ایمان کامل اور اخلاص میں کمی ہوجاتی ہے۔

جواب2:

اس سے مراد یہ ہے کہ نماز چھوڑ کر اس نے کافروں والا کام کیا ہے۔

مثال: بڑے خاندان کا فرد، کسی بڑے آدمی کا بیٹا کوئی غلط کام کرے تو باپ سمجھاتے ہوئے کہتا ہے بیٹا تم نے یہ گھٹیا لوگوں والا کام کیا ہے۔

اھل قبلہ سے مراد:

لغوی اعتبار سے اہل قبلہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو بیت اللہ کی طرف رخ کرکے نماز ادا کریں اور اصطلاح شریعت میں اہل قبلہ سے مراد ضروریات دین کو ماننے والے، اہل ایمان اہل اسلام ہیں۔

مولنا عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ ت1239ھ فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ اللُّغَوِیُّ مَنْ یُّصَلِّیْ اِلَی الْكَعْبَةِ اَوْ یَعْتَقِدُهَا قِبْلَةً وَفِی اِصْطِلَاحِ الْمُتَكَلِّمِیْنَ مَنْ یُّصَدِّقُ بِضُرُوْرِیَاتِ الدِّیْنِ اَیِ الْاُمُوْرِ الَّتِی عُلِمَ ثُبُوْتُهَا فِی الشَّرْعِ وَاشْتُهِرَ فَمَنْ اَنْكَرَ شَیْئًا مِّنَ الضُّرُوْرِیَاتِ كَحُدُوْثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْاَجْسَادِ وَعِلْمِ اللهِ سُبْحَانَهُ بِالْجُزْئِیَّاتِ وَفَرْضِیَّةِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ لَمْ یَكُنْ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَلَوْ كَانَ مُجَاهِدًا فِی الطَّاعَاتِ وَكَذٰالِكَ مَنْ بَاشَرَ شَیْئًا مِنْ اَمَارَاتِ التَّكْذِیْبِ كَسُجُوْدِ الصَّنَمِ وَالْاِهَانَةِ بِاَمْرٍ شَرْعِیٍّ وَالْاِسْتِهْزَاءِ عَلَیْهِ فَلَیْسَ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَمَعْنٰی عَدَمِ تَكْفِیْرِ اَهْلِ الْقِبْلَةِ اَنْ لَّا یُكَفَّرَ بِارْتِكَابِ الْمَعَاصِیْ وَلَا بِاِنْكَارِ الْاُمُوْرِ الْخَفِیَّةِ غَیْرَ الْمَشْهُوْرَةِ

النبراس شرح شرح العقائد342،341

ترجمہ: لغت میں اہل قبلہ سے مراد وہ شخص ہے جو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے یا کعبہ کے قبلہ ہونے کا عقیدہ رکھے اور متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ اس شخص کو کہتے ہیں جو ضروریات دین یعنی ان چیزوں کی تصدیق کرے جن کا ثبوت شریعت میں یقینی ہے اگر کوئی شخص ضروریات دین مثلاً عالم کا حادث ہونا، قیامت کے دن جسموں کا دوبارہ اٹھنا، یہ نظریہ رکھنا کہ اللہ پاک کو جزئیات کا علم نہیں، نماز اور روزے کی فرضیت کا انکار کرنا ان میں سے کسی ایک کا انکار کردے تو وہ اہل قبلہ نہیں ہو گا چاہے وہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایسا کام کرے جو تکذیب کی علامت ہو جیسے بتوں کو سجدہ کرنا، شریعت کے کسی معاملے کی اہانت کرنا اور اس کا مذاق اڑانا تو یہ شخص بھی اہل قبلہ نہ ہو گا۔ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اور غیر مشہور مخفی امور کے انکار کی وجہ سے اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔

عدم تکفیر اھل قبلہ:

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمہ اللہ ت 321ھ فرماتے ہیں:

وَلَا نُكَفِّرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ مَا لَمْ يَسْتَحِلَّهُ.

عقیدہ طحاویہ مع الشرح ص 101

ترجمہ: ہم کسی اہل قبلہ کو گناہ کرنے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے۔

دین، مسلک، مذہب،، منہج:

دین: منصوصات قطعیّات کا نام ہے۔ جن کا انکار کفر ہے۔

مسلک: منصوصات ظنیّات، کا نام ک ہے۔ جن کا انکار اہل السنت والجماعت سے خروج ہے۔

فائدہ:

منصوصات ظنیہ دو قسم کے ہیں:

1: ظنی الثبوت۔

2: ظنی الدلالت۔

مذہب: اجتہادیّات کا نام ہے۔ جس میں ہر مذہب کے حق اور خطا ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور اس میں دوسرے مذہب سے اختلاف کی پوری گنجائش موجود ہوتی ہے۔

منہج: طریقہ کار اور پالیسی، کا نام ہے۔

ہمارا دین اسلام ہے، ہمارا مسلک اہل السنت والجماعت ہے، ہمارا مذہب احناف ہے اور ہمارا منہج، دیوبند ہے۔

خلاف، شاذ، فرقہ باطلہ:

خلاف:

ایک مسئلہ پر اہل حق کے 100 افراد متفق ہیں، اب ان کے مقابلے میں نئی رائے پیش کرنا "خلاف" کہلاتا ہے۔ جیسے عقیدہ ختم نبوت کا انکار، حیات عیسی علیہ السلام کا انکار کرنا۔

شاذ:

ایک مسئلہ پر اہل حق کے 99 افراد متفق ہیں اور اس مسئلہ میں اہلِ حق کا ایک فرد اختلاف کرتا ہے تو ان میں 99 کو سوادِ اعظم اور ایک کو "شاذ" کہتے ہیں۔
جیسے حافظ ابن تیمیہ کا تین طلاقوں کو ایک کہنا، بعض اہل علم کا آٹھ رکعات تراویح کا قول کرنا۔ شاذ رائے کو گمراہ تو نہیں کہیں گے کیونکہ یہ اہلِ حق کے فرد کی رائے ہے اسے تفرد کہیں لیکن اتباع شاذ کی نہیں بلکہ سوادِ اعظم کی کریں گے۔
ہاں اگر وہ فرد اپنی رائے کو حق کہہ کر دوسروں کی تضلیل کرتا ہے تو اس فرد کو ضال اور مضل کہیں گے۔

فرقہ باطلہ:

اجماعِ کلی کے مقابلے میں ایک مسئلہ نہیں بلکہ کئی ایک مسائل پر مشتمل مستقل ایک گروہ بن جائے تو یہ "فرقہ باطلہ" کہلاتا ہے۔
جیسے قرآن کو مان کر حدیث کا انکار کر دینا، قرآن وحدیث مان کر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کا انکار کرنا، قرآن وحدیث مان کر فقہ، اجتہاد کا انکار کرنا۔

فائدہ 1:

کئی مسائل پر مشتمل گروہ کا نام فرقہ ہے جس کی دو قسمیں ہیں:
1: اگر وہ مسائل اھل السنت والجماعت کے ہیں تو فرقہ ناجیہ، اہل حق ہو گا۔
2: اگر وہ مسائل اھل السنت کے نہیں ہیں تو یہ فرقہ ضالہ ہو گا۔

فائدہ 2:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي.

(جامع الترمذی: باب ماجاء فی افتراق الامۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" :میری امت کے ساتھ وہی صورت حال پیش آئے گی جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آچکی ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ بدکاری کی ہو گی تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہو گا جو اس کا مرتکب ہو گا۔ مزید فرمایا: بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک جماعت کو چھوڑ کر باقی سب فرقے جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جنت میں جانے والی جماعت کون سی ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو بات میری اور اس کا مطلب میرے صحابہ سے لیں گے۔
اس حدیث مبارک میں جو بہتر فرقے ہیں یہ فرق ضالہ ہیں۔

شرائط تکفیر:

کسی انسان کے غیر مسلم ہونے کا فتوی دینا ایک نازک اور اہم ترین مرحلہ ہے اور یہ افتاء کا ایک اہم جزء ہے اس لئے فتوی کفر دینے والے میں ان تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو ایک مفتی کے لئے ضروری ہیں۔

شرائط مکفّر:

امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت:676ھ) نے مفتی کی یہ شرائط بیان کی ہیں:

1. كَوْنُهُ مُكَلَّفًا: عاقل وبالغ ہو، (شریعت کے احکام کا مکلف ہو، نابالغ اور مجنون نہ ہو)

2. مُسْلِماً: مسلمان ہو،
3. ثِقَةً: ثقہ ہو،
4. مَّأْمُوْناً: بااعتماد ہو،
5. **مُتَنَزِّهاً عَنْ أَسْبَابِ الْفِسْقِ: اسباب فسق سے بچنے والا ہو،**
6. **وَخَوَارِمِ الْمَرَوَّةِ: خلاف مروّت امور سے بچنے والا ہو،**
7. فَقِيْهَ النَّفْسِ: فقہی ذوق کا حامل ہو،
8. سَلِيْمَ الذِّهْنِ: ذکاوت وفطانت والا ہو،
9. رَصِيْنَ الْفِكْرِ: پختہ رائے والا ہو،
10. صَحِيْحَ التَّصَرُّفِ وَالْإِسْتِنْبَاطِ: دلائل کی تہہ میں چھپے مسائل نکالنے کا درست ملکہ رکھتا ہو،
11. مُتَيَقِّظاً: بیدار مغز ہو،
12. **سَوَاءٌ فِيْهِ الْحُرُّ۔ خواہ وہ آزاد ہو،**
13. **وَالْعَبْدُ خواہ غلام ہو،**
14. **وَالْمَرْأَةُ۔ خواہ عورت ہو،**
15. وَالْاَعْمٰی:، خواہ نابینا ہو،
16. وَالْاَخْرَسُ إِذَا كَتَبَ أَوْ فُهِمَتْ إِشَارَتُهٗ: گونگا بھی فتویٰ دے سکتا ہے جب کہ وہ لکھ کر دے یا اشارے سے فتوی دے اور اس کا اشارہ سمجھ آسکتا ہو۔

(مقدمۃ المجموع شرح المہذب: 1/469)

عرف کو جاننا:

کفر کا فتوی دینے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عرف، سوسائٹی اور معاشرہ کو جانتا ہو۔ بسا اوقات کوئی جملہ شریعت کی نظر میں بہت خطرناک ہوتا ہے لیکن عرف اور ماحول میں وہ لفظ کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عرف کی وجہ سے احکام بدل جاتے ہیں۔

امام نظام الدین ابراہیم بن اسحاق الشاشی رحمہ اللہ ت325ھ لکھتے ہیں:

لو أن قوما يعدون التأفيف كرامة لا يحرم عليهم تأفيف الأبوين

اصول الشاشی ص71

ترجمہ: اگر کسی علاقہ کے لوگ لفظ "اف" کو بطور اعزاز کے استعمال کرتے ہوں تو ان کے لئے والدین کو اف کہنا حرام نہیں ہوگا۔

مثال:

ہمارا عقیدہ ہے کہ مخلوقات میں سے انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔

امام اعظم امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت150ھ فرماتے ہیں:

وَالْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كُلُّهُمْ مُنَزَّهُوْنَ عَنِ الصَّغَائِرِ وَالْكَبَائِرِ وَالْكُفْرِ وَالْقَبَائِحِ.

(الفقہ الاکبر: ص3)

ترجمہ: سارے انبیاء علیہم السلام صغیرہ، کبیرہ گناہوں اور کفر اور بے ہودہ کاموں سے پاک ہوتے ہیں۔

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ مخلوقات میں سے ملائکہ معصوم ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی رحمہ اللہ ت604ھ فرماتے ہیں:

لِأَنَّهُ تَعَالٰى وَصَفَ الْمَلَائِكَةَ بِتَرْكِ الذَّنْبِ فَقَالَ:۔۔۔﴿لَا يَعْصُوْنَ اللهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾

(التفسیر الکبیر للرازی: ج3 ص9 تحت تفسیر سورۃ البقرۃ. آیت: فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا الخ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ گناہ نہیں کرتے ارشاد باری تعالیٰ ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی نہیں کرتے بلکہ جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

اگر کوئی انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ کے علاوہ کسی اور کو معصوم مانے اور غیر نبی کو نبی کے برابر درجہ دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمارے عرف میں چھوٹے بچوں کو معصوم کہہ دیا جاتا ہے۔

چونکہ کہنے والے اس کا معنی شرعی مراد نہیں لیتے بلکہ معنی عرفی (سادہ، بھولا بھالا، ناسمجھ) مراد لیتے ہیں اس لیے بچوں کو معصوم کہنے والے کافر نہیں ہوتے۔

شرائط مکفّر:

جس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جارہا ہے ضروری ہے کہ اس کی بات یا عمل میں موانع کفر موجود نہ ہوں۔ موانع کفر تفصیل سے گزر چکے ہیں یہاں اجمالاً انہیں ذکر کیا جاتا ہے۔

1: احتمال:

اگر کوئی مومن ایسا جملہ یا کلمہ کہدے جس میں کئی احتمال ہوں ان میں اکثر کفریہ اور کوئی ایک ایمان کا ہو تو اس کے بارے اچھا گمان رکھتے ہوئے اس کے قول میں تاویل کر کے اسے کفر سے بچانے کی کوشش کی جائے گی۔

2: سبقت لسانی:

اگر کسی انسان کی زبان اس کے کنٹرول میں نہ ہو اور غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے کفریہ کلمہ نکل جائے تو وہ کافر نہ ہو گا۔

3: اکراہ:

اگر کسی بندے کو کفریہ کلمہ کہنے پر مجبور کیا جائے کہ فلاں کلمہ کہو ورنہ جان سے مار دیں گے اور وہ کفریہ کلمہ کہدے تو کافر نہیں ہو گا۔

4: لزوم کفر:

اگر کوئی شخص ایسی بات کہے جو موجب کفر نہ ہو لیکن اس سے کفر لازم آرہا ہو تو محض لزوم کفر سے قائل کافر نہ ہو گا جب تک وہ کفر کا التزام نہ کرے ہاں اگر لزوم کفر یقینی اور بالکل واضح ہو تو پھر یہ بھی کفر ہو گا۔

5: عدم ارادہ:

اگر کسی شخص کے دل میں ایمان موجود ہو اور وہ کسی دینی ضرورت کی وجہ سے زبان سے کفریہ کلمہ کہدے تو وہ کافر نہیں ہو گا۔

6: تاویلِ صحیح:

اگر قائل اپنے قول کی ایسی تاویل کرتا ہے جو نصوص کے منافی نہیں ہے تو اسے فتویٰ کفر سے بچایا جائے گا۔

تکفیر کے اسباب:

اختصار کے ساتھ چند ایسے اسباب ذکر کئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے بندہ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔

1:انکار:

اگر کوئی آدمی ضروریات دین میں سے کسی کا صراحتاً انکار کر دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ لکھتے ہیں:

وَرَدُّ النُّصُوْصِ بِاَنْ يُنْكِرَ الْاَحْكَامَ الَّتِيْ دَلَّتْ عَلَيْهَا النُّصُوْصُ الْقَطْعِيَّةُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ كَحَشْرِ الْاَجْسَادِ مَثَلاً كُفْرٌ

شرح العقائد النسفیہ ص388

ترجمہ: نصوص کو اس طرح نظر انداز کرنا کہ جن احکام کے بارے نصوص قطعیہ موجود ہیں ان احکام کا انکار کر دیا جائے تو یہ کفر ہے جیسے قیامت کے دن جسموں کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنا۔

2:استحلال:

جن امور کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے تو ان کا ارتکاب معصیت ہے اور انہیں حلال سمجھنا کفر ہے بشرطیکہ حلال سمجھنے والے کو معلوم ہو کہ یہ چیز حرام ہے اور اس چیز کی حرمت قطعی الثبوت قطعی الدلالت ہو۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ لکھتے ہیں:

وَالْاِسْتِحْلَالُ كُفْرٌ لِمَا فِيْهِ مِنَ التَّكْذِيْبِ الْمُنَافِيْ لِلتَّصْدِيْقِ

شرح العقائد النسفیہ ص289

ترجمہ: گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے کیونکہ یہ تصدیق کے منافی اور تکذیب کی نشانی ہے۔

3:استخفاف:

استخفاف کا مطلب ہے کسی چیز کو معمولی، حقیر سمجھنا، اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

1: جن چیزوں کو شریعت مطہرہ نے عزت و احترام بخشا ہے جیسے قرآن کریم ان چیزوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا، ان کی توہین و تذلیل کرنا استخفاف کہلاتا ہے جو کفر ہے۔

2: شریعت کی حرام کردہ چیزوں کی حرمت کو معمولی سمجھنا، وعیدوں کو اہمیت نہ دینا یہ بھی استخفاف ہے جو کفر ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ لکھتے ہیں:

نَعَمْ اِذَا كَانَ بِطَرِيْقِ الْاِسْتِحْلَالِ وَالْاِسْتِخْفَافِ كَانَ كُفْرًا لِكَوْنِهٖ عَلَامَةً لِلتَّكْذِيْبِ

شرح العقائد النسفیہ ص277

ترجمہ: اگر کسی گناہ کو حلال سمجھ کر کیا جائے یا اس کو معمولی سمجھا جائے تو یہ کفر ہے اس لئے کہ یہ تکذیب کی علامت ہے۔

4:استہزاء:

استہزاء کا مطلب ہے شرعی احکام کا مذاق اڑانا۔

امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی رحمہ اللہ ت370ھ لکھتے ہیں:

ان الاستهزاء بآيات الله وبشيء من شرائع دينه كفر

احکام القرآن جصاص سورۃ التوبہ آیت 65،66

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور دین کے کسی حکم کا استہزاء کفر ہے۔

فائدہ:

کسی سے دل لگی کرنے کے لئے تین لفظ استعمال ہوتے ہیں۔

1: مزاح۔

2: مذاق۔

3: استہزاء۔

مزاح:

ایسی دل لگی جس سے دوسرے کی تحقیر مقصود نہ ہو اور تحقیر نظر بھی نہ آئے۔

مثال:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلاً اسْتَحْمَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهَلْ تَلِدُ الإِبِلَ إِلاَّ النُّوقُ

شمائل ترمذی بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مِزَاحِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لیے جانور طلب کیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑا اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

مذاق:

ایسی دل لگی جس سے تحقیر مقصود نہ ہو لیکن تحقیر نظر آئے۔

استہزاء:

ایسی دل لگی جس سے مقصود دوسرے کی تحقیر و تذلیل ہو۔

5 تاویلِ باطل:

کسی نص یا قطعی عقیدہ میں ایسی تاویل کرنا جو دیگر نصوص قطعیہ، اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو یہ کفر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ت1176ھ لکھتے ہیں:

وتاویل یصادم ما ثبت بقاطع فذالك الزندقة

المسوّیٰ شرح الموطا ج2 ص130

ترجمہ: ایسی تاویل جو کسی ایسے عقیدے یا مسئلے کے خلاف ہو جو دلیل قطعی سے ثابت ہے ایسی تاویل زندقہ و کفر ہے۔

فائدہ: عقائد کے بارے میں تاویل کو کافی اہمیت حاصل ہے اس لئے اس بارے چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

تاویل کا لغوی معنیٰ:

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ ت816ھ لکھتے ہیں:

التأويل في الأصل الترجيع

التعريفات باب التاء

ترجمہ: تاویل کا اصلی اور لغوی معنی ہے لوٹانا۔

تاویل کا اصطلاحی معنیٰ:

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ ت 631ھ لکھتے ہیں:

هو حمل اللفظ على غير مدلوله الظاهر منه مع احتماله له

الاحکام فی اصول الاحکام ج 3 ص 59

ترجمہ: تاویل کہتے ہیں لفظ کا ظاہری معنی چھوڑ کر کوئی اور معنی مراد لینا بشرطیکہ لفظ اس معنی کا احتمال رکھتا ہو۔

تاویل کی قسمیں:

تاویل کی دو قسمیں ہیں؛

1: کسی نص کا ایسا معنی مراد لینا جو دیگر نصوص اور اجماع امت کے خلاف بھی نہ ہو اور نص میں اس معنی کا احتمال بھی ہو یہ تاویل جائز و مقبول ہے۔

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ ت 631ھ لکھتے ہیں:

وأما التأويل المقبول الصحيح فهو حمل اللفظ على غير مدلوله الظاهر منه مع احتماله له بدليل يعضده

الاحکام فی اصول الاحکام ج 3 ص 59

ترجمہ: جائز اور مقبول تاویل وہ ہے جس میں لفظ کا ظاہری معنی چھوڑ کر دوسرا ایسا معنی مراد لیا جائے جس معنی کا یہ لفظ احتمال بھی رکھتا ہو اور اس معنی کی تائید میں کوئی دلیل بھی موجود ہو۔

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ ت 816ھ جائز تاویل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صرف اللفظ عن معناه الظاهر إلى معنى يحتمله إذا كان المحتمل الذي يراه موافقا للكتاب والسنة

التعریفات باب التاء

ترجمہ: لفظ کا ظاہری معنی ومفہوم مراد لینے کی بجائے ایسا معنی مراد لینا جس کا یہ لفظ احتمال بھی رکھتا ہو اور دوسرا محتمل معنی قرآن وسنت کے موافق ہو۔

مثال:

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ ت 816ھ لکھتے ہیں:

مثل قوله تعالى يخرج الحي من الميت ان أراد به إخراج الطير من البيضة كان تفسيرا وإن أراد به إخراج المؤمن من الكافر أو العالم من الجاهل كان تأويلا

التعریفات باب التاء

ترجمہ: يخرج الحي من الميت میں زندہ سے مراد پرندہ مردہ سے مراد انڈا یہ حقیقی معنی ہے اور زندہ سے مراد مومن یا عالم اور مردہ سے مراد کافر یا جاہل تاویلی معنی ہے۔

2: نص کا ایسا معنی مراد لینا جو دیگر نصوص کے خلاف ہو اور نص اس معنی کا احتمال بھی نہ رکھتی ہو یہ تاویل ناجائز ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ت 1176ھ لکھتے ہیں:

وتأويل يصادم ماثبت بقاطع فذالك الزندقة

المسوّیٰ شرح الموطا ج2 ص130

ترجمہ: ایسی تاویل جو کسی ایسے عقیدے یا مسئلے کے خلاف ہو جو دلیل قطعی سے ثابت ہے ایسی تاویل زندقہ و کفر ہے۔

مثال:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ت 1176ھ اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ان النبی ﷺ خاتم النبوۃ ولکن معنی ھذا الکلام انہ لایجوز ان یسمٰی بعدہ احد بالنبی۔

المسوّیٰ شرح الموطا ج2 ص130

ترجمہ: کوئی شخص یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا معنی {آخری نہیں بلکہ} یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا نام "نبی" رکھنا جائز نہیں۔ {تو یہ شخص زندیق ہے}

شرائط تاویل:

1: لغوی اور اصلی معنی مراد لینا متعذر ہو:

مثال:

قرآن کریم کی وہ آیات جن میں اللہ تعالی کی ذات کے لئے وہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو مخلوق کے لئے بطور عضو استعمال ہوتے ہیں مثلا ید، عین، ساق وغیرہ اب یہاں ان کا ظاہری معنی مراد لینا متعذر ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالی کے لئے جسم ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے یا تو اسے متشابہ قرار دیں گے اور تاویل نہیں کریں گے۔ اور یا اس میں مناسب تاویل کرتے ہوئے ایسا معنی کریں گے جو اللہ تعالی کی دوسری صفات کے مخالف نہیں ہوگا۔

مثلا ید کا معنی قدرت، عین کا معنی حفاظت اور ساق کا معنی شدت ہے۔

امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید المعروف ابن الہمام رحمہ اللہ ت 861ھ فرماتے ہیں:

"هٰذَا التَّاوِيْلُ لِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ صَرْفِ فَهْمِ الْعَامَّةِ عَنِ الْجِسْمِيَّةِ وَهُوَ يُمْكِنُ اَنْ يُّرَادَ وَلَا يُجْزَمَ بِاِرَادَتِهٖ"

(المسایرۃ مع المسامرۃ لابن الہمام ص48 الاصل الثامن)

ترجمہ: ان الفاظ کی یہ تاویل جو ہم نے ذکر کی ہے 'عوام کی فہم کو "عقیدۂ جسمیت" سے بچانے کے لئے ہے اور یہ ممکن ہے کہ (ان الفاظ کا تاویلی معنی) مراد لیا جائے اور اس پر جزم (یقین) نہ کیا جائے۔

2: ظاہری معنی کے خلاف دلیل یقینی موجود ہو:

مولنا عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ ت 1239ھ لکھتے ہیں:

قوله تحمل على ظواهرها اى على المعانى الظاهرة بحسب الوضع اللغوى الشائع المشهور فى اهل الاسلام قوله مالم يصرف عنها دليل قطعى من برهان عقلى او اجماع اونص قاطع

النبراس شرح شرح العقائد ص337

ترجمہ: نصوص کو ان کے ظاہری معانی پر محمول کیا جائے اور ظاہری معنی سے مراد وہ معنی ہے جو اہل اسلام میں مشہور ہے، ہاں جب ظاہری معنی کے خلاف دلیل قطعی یعنی عقلی قطعی دلیل یا اجماع یا نص موجود ہو تو ظاہری معنی ترک کیا جائے گا۔

دلیل عقلی کی مثال:

﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی﴾

(سورۃ طٰہٰ:5)

ترجمہ: رحمان عرش پر مستوی ہوا۔

اس آیت سے بظاہر اللہ پاک کا حقیقتاً عرش پر ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ معنی مراد لینا مشکل ہے اس لئے کہ اس کے خلاف عقلی دلیل موجود ہے وہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو عرش پر حقیقتاً مانیں تو حقیقی وجود کے ساتھ کسی چیز پر ہونا یہ خاصیت جسم کی ہے اور اللہ تعالی جسم سے پاک ہیں کیونکہ ہر جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے' جبکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہیں۔

اس لئے اس میں مناسب تاویل کریں گے چنانچہ ہم کہتے ہیں یہاں استواء علی العرش سے مراد اللہ تعالی کا عرش پر غالب ہونا ہے''امیر المومنین فی الحدیث ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ ت256ھ فرماتے ہیں:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ {اسْتَوَى} عَلَا عَلَى الْعَرْشِ

(صحیح بخاری: کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء)۔

ترجمہ: حضرت مجاھد رحمہ اللہ فرماتے ہیں استواء علی العرش کا معنیٰ اللہ تعالی کا عرش پر غالب ہونا ہے۔

اجماع کی مثال:

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

سورۃ البقرہ: آیت 28

ترجمہ: تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اللہ نے تمہیں زندگی دی پھر تمہیں موت دے گا پھر حیات دے گا پھر تم اللہ کی طرف لوٹائے جاو گے۔

اس آیت سے بظاہر دو موتیں ثابت ہوتی ہیں ایک موت دنیا میں آنے سے پہلے اور دوسری دنیوی زندگی مکمل ہونے کے بعد اور اس آیت سے بظاہر دو حیاتیں ثابت ہوتی ہیں ایک دنیا والی اور دوسری آخرت والی۔ بظاہر اس آیت میں قبر کی حیات کی نفی ہوتی ہے اس لئے کہ اگر قبر کی زندگی مانی جائے تو زندگیاں تین بن جاتی ہیں۔

لیکن یہ معنی وہ ہے اجماع امت کے خلاف ہے۔

سلطان المحدثین نور الدین علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری ت1014ھ فرماتے ہیں

وَاعْلَمْ اَنَّ اَهْلَ الْحَقِّ اِتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ اللّٰهَ يَخْلُقُ فِي الْمَيِّتِ نَوْعَ حَيٰوةٍ فِي الْقَبْرِ قَدْرَ مَا يَتَأَلَّمُ وَيَتَلَذَّذُ

شرح الفقہ الاکبر ص121

ترجمہ: اہل حق کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ اللہ تعالی مرنے والے کو اتنی حیات عطا فرماتی ہے کہ اگر نیک ہو تو ثواب اور اگر بدکار ہو تو عذاب کو محسوس کرتا ہے۔

اس لئے اس آیت میں مناسب تاویل کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں:

اھل السنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے ایسی زندگی جس میں حیات کے آثار نظر آئیں اور وہ حیات کامل اور مستقل ہو وہ دو ہیں ایک دنیا کی دوسری آخرت کی ۔رہی قبر کی زندگی تو یہ آخرت کی زندگی کا مقدمہ ہے اور یہ ایسی مخفی حیات ہے جو کامل نہیں بلکہ نوع من الحیاۃ ہے جس میں میت یا اجزء میت سے روح کا صرف اتنا تعلق رہتا ہے جس سے میت ثواب یا عذاب کو محسوس کرتی ہے۔ قبر کی زندگی کوئی مستقل زندگی نہیں جس طرح ماں کے پیٹ میں ملنے والی زندگی مستقل نہیں بلکہ دنیاوی زندگی کا مقدمہ ہے۔ ان آیات میں کلی اور ظاہری حیاتوں کا تذکرہ ہے۔

نص کی مثال:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ

(سورۃ البقرۃ:115)

ترجمہ: مشرق و مغرب اللہ تعالی ہی کا ہے، تم جس طرف رخ کرو ادھر اللہ تعالی کی ذات ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی کی ذات کے لئے "وجہ" کا لفظ استعمال ہوا جس کا ظاہری اور اصلی معنی چہرہ ہے لیکن یہ معنی اللہ تعالی کی ذات کے لئے مراد لینا درست نہیں اس لئے کہ یہ معنی نصوص کے خلاف ہے۔

اَللّٰہُ الصَّمَدُ

(سورۃ اخلاص:2)

ترجمہ: اللہ بے نیاز ہے۔

امام ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ ت 710ھ فرماتے ہیں:

[اَلَّذِیْ] لَا یَحْتَاجُ اِلٰی اَحَدٍ وَ یَحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ"

(تفسیر المدارک للامام النسفی ج2 ص842 **تحت قولہ تعالیٰ: اللہ الصمد**)

ترجمہ: صمد کہتے ہیں جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سارے اس کے محتاج ہوں۔

اللہ تعالی موجود ہونے میں جسم کے، سننے میں کان کے، دیکھنے میں آنکھ کے اور پکڑنے میں ہاتھ کے محتاج نہیں۔ لہذا اللہ تعالی جسم اور اعضاء جسم سے پاک ہیں۔

اس لئے اس آیت کا ظاہری معنی مراد لینے کی بجائے اس میں مناسب تاویل کریں گے کہ یہاں "وجہ" کا معنی چہرہ نہیں بلکہ "ذات" ہے۔

3: لفظ میں تاویل کا احتمال ہو:

حقیقی معنی کے ساتھ ساتھ دوسرا معنی اس وقت مراد لیا جا سکتا ہے جب لفظ اس معنی کا احتمال رکھتا ہو۔

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ ت 631ھ لکھتے ہیں:

وأما التأويل المقبول الصحيح فهو حمل اللفظ على غير مدلوله الظاهر منه مع احتماله له بدليل يعضده

الاحکام فی اصول الاحکام ج3 ص59

ترجمہ: جائز اور مقبول تاویل وہ ہے جس میں لفظ کا ظاہری معنی چھوڑ کر دوسرا ایسا معنی مراد لیا جائے جس معنی کا یہ لفظ احتمال بھی رکھتا ہو اور اس معنی کی تائید میں کوئی دلیل بھی موجود ہو۔

مثال:

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ ت 816ھ لکھتے ہیں:

مثل قوله تعالى يخرج الحي من الميت ان أراد به إخراج الطير من البيضة كان تفسيرا وإن أراد به إخراج المؤمن من الكافر أو العالم من الجاهل كان تأويلا

التعریفات باب التاء

ترجمہ: **يخرج الحي من الميت** میں زندہ سے مراد پرندہ مردہ سے مراد انڈا یہ حقیقی معنی ہے اور زندہ سے مراد مومن یا عالم اور مردہ سے مراد کافر یا جاہل تاویلی معنی ہے۔

4: موول اہل ہو:

یعنی تاویل کرنے والا قرآن کریم، حدیث مبارک اور عربی لغت، زبان کے محاورات سے واقف ہو۔

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ ت 631ھ لکھتے ہیں:

وشروطه أن يكون الناظر المتأول أهلا لذلك

الاحکام فی اصول الاحکام ج3 ص60

ترجمہ: تاویل کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ ہے کتاب وسنت کو دیکھنے والا اور تاویل کرنے والا تاویل کا اہل ہو۔

5: تاویل ضروریات دین میں نہ ہو:

دین کے وہ بنیادی عقائد واحکام جو ہر کسی کو معلوم ہوں اور ان کا معنی ومفہوم متواتر ہو تو اس میں تاویل کرنا درست نہیں۔

خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان التصرف فی ضروریات الدین والتاویل فیھا وتحویلھا الی غیر ما کانت علیہ واخراجھا عن صورۃ ما تواترت علیہ کفر

اکفار الملحدین ص73

ترجمہ: ضروریات دین میں بے جا تصرف کرنا اور ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے جس تاویل کے بعد اس عقیدہ کی اصل صورت باقی نہ رہے اور اور اس عقیدہ کا جو مطلب امت تواتر سے سمجھتی آ رہی تھی وہ ختم ہو جائے۔

مثال:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے اب کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مان کر اس میں ظلی، بروزی، تشریعی وغیر تشریعی کی تاویل کر کے کسی قسم کی نئی نبوت کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ کافر ہو گا۔

چند کتب:

اھل السنت والجماعت کے عقائد اور اصول عقائد کو پڑھنے، معلوم کرنے اور سمجھنے کے لئے ان کتب کا مطالعہ انتہائی مفید رہے گا۔

1. الفقہ الاکبر۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت150ھ۔
{شرح الفقہ الاکبر۔ متکلم اسلام مولنا محمد الیاس گھمن}
2. عقیدہ طحاویہ۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ طحاوی رحمہ اللہ ت 321ھ۔
{شرح عقیدہ طحاویہ۔ متکلم اسلام مولنا محمد الیاس گھمن}
3. شرح العقائد النسفیہ۔ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ۔
4. شرح الفقہ الاکبر۔ امام علی بن سلطان بن محمد ہروی المعروف ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ ت1014ھ۔
5. العقیدۃ الحسنۃ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ت1176ھ۔
6. المہند علی المفند۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ ت 1348ھ۔
{حاشیہ المہند علی المفند۔ متکلم اسلام مولنا محمد الیاس گھمن}
7. اکفار الملحدین۔ خاتم المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ1352ھ۔
8. عقائد الاسلام۔ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ت1394ھ۔
9. جواھر الفقہ جلد اول۔ مفتی محمد شفیع عثمانی دیو بندی رحمہ اللہ ت1396ھ۔
10. کتاب العقائد۔ متکلم اسلام مولنا محمد الیاس گھمن۔